تحقیق مزید

بسلسلۂ

خلافتِ معاویہؓ ویزیدؒ

مؤلفہ

محمود احمد عباسی

شائع کردہ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳، رو نمبر ۲، سب بلاک A، بلاک نمبر ۱۔ ناظم آباد

نزد مسجد قدوسیہ، کراچی ۷۴۶۰۰

فون نمبر : ۶۲۱۴۴۹

قیمت : ایک سو پچاس روپے

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

بابائے اُردو

کی

یاد میں

جنھیں موضوع کتاب اور تاریخی تحقیق (ریسرچ) سے خاص دلچسپی تھی۔ ایک تحریر کا عکس شامل کرتا ہوں جس میں مرحوم نے اپنی دلچسپی کا اظہار لطیف پیرایہ میں کیا ہے۔

محمود احمد عبّاسی

کل پاکستان انجمن ترقی اردو
اردو روڈ، کراچی - ۱

نمبر .... مورخہ .... نومبر ۱۹۵۸ء

اجی میاں عباسی صاحب۔ آپ کہاں ہیں۔ اب کے آپ بہت دن غائب رہے
کیا معاملہ ہے۔ کیا "امیرالمومنین" کی خدمت میں کس قدر مصروف ہیں کہ ہم کو
بھول گئے۔ الحمدللہ! یہ انہماک اور یہ والہانہ عقیدت۔ غرض آپ نے
دنیا اور آخرت میں اپنی جگہ بنالی۔ وہاں جنت ملے گی اور یہاں حیات جاوداں۔
خیر اگر مصروفیت ہے تو کم سے کم ایک کارڈ ہی لکھ کر اپنی خیریت سے اطلاع
دیا کیجیے۔ آپ کو معلوم ہے کہ
آپ نے پچھلی سردیوں میں مجھے ایک اونی ٹوپی بنوا کر دی تھی۔ اب سردی کی
آمد آمد ہے۔ ایک روز عجیب اتفاق ہوا کہ میرے سر سے کھسک گئی۔
اس سے چھینکیں آنے لگی ہیں۔ ہر چھینک پر بجائے الحمدللہ
کے آپ کا نام زبان پر آتا ہے۔ مہربانی فرما کر ویسی ہی ایک ٹوپی پھر
بنوا دیجیے۔ آپ کا یہ احسان میرے سر پر رہے گا۔

والسلام
عبدالحق

مکتوب بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق رح

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض مؤلف

(طبع دوم)

اس کتاب "تحقیق مزید بسلسلۂ خلافت معاویہؓ و یزید" کا پہلا اڈیشن جون ۱۹۶۱ء میں بتعداد دو ہزار طبع ہوا تھا جو عرصہ ہوا ختم ہو چکا تھا، مانگ برابر جاری تھی مگر دوسرا اڈیشن کی طباعت محض اس لئے ملتوی ہوتی رہی کہ بعض اہل علم کے مشورے کے مطابق یہ تجویز کیا گیا تھا کہ اس کتاب کے مواد کو بھی اختصار کے ساتھ اصل کتاب "خلافت معاویہؓ و یزید" ہی میں شامل کر دیا جائے تاکہ ایک ہی موضوع پر دو کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے، چونکہ اصل کتاب کو دوبارہ حکومت مغربی پاکستان کے حکم ۲ فروری ۱۹۶۳ء کی رو سے بحق سرکار ضبط کر لیا گیا تھا اور اس کے خلاف اپیل ہائیکورٹ میں دائر تھا جس کی سماعت بالآخر اسپیشل بینچ ہائیکورٹ کے سامنے ۵ اور ۶ اپریل ۱۹۶۵ء دو دن ہو کر فیصلہ محفوظ رکھا رکھا گیا اور تقریباً چھ ماہ بعد ۲۲ نومبر ۱۹۶۵ء صادر کیا گیا جس میں حکم ضبطی منسوخ ہو کر اپیل منظور کیا گیا چنانچہ اسی وقت سے باضافہ مضامین جدید اڈیشن کی تیاری کی جا رہی تھی کہ حکومت نے اس درمیان ہائیکورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دیا ہے ان حالات میں اب صرف کتاب "تحقیق مزید" ہی کو جس پر کوئی قانونی پابندی عائد نہیں شائقین کے طلب و تقاضے کے پیش نظر بصورت موجودہ دوبارہ طبع کرایا جاتا ہے۔

اس کتاب کا موضوع بھی اصل کتاب کی طرح بعض تاریخی حقیقتوں کا اظہار اور لٹریچر ہے فرقہ وارانہ مباحث سے اسکا تعلق نہیں جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے لکھا تھا "کتاب مجادلہ کیا معنی مناظرہ کی بھی نہیں اور اس کا موضوع عقائد کی بحث نہیں

بلکہ تاریخی حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے ؟"

تحقیق مزید کے تبصرے میں مولانا موصوف لکھتے ہیں (صدق جدید لکھنؤ ۲۴ نومبر ؟
" غالباً ۱۹۵۹ء تھا کہ محمود احمد صاحب عباسی کی ایک بڑی معرکۃ الآرا بلکہ تہلکہ خیز کتاب خلافت معاویہؓ و یزید" کے نام سے شائع ہوئی تھی، اسوقت کے بعض معروف و متعارف مزعومات و عقائد سے ہٹ کر بالکل نئے دعوے گئے تھے اس لئے کتاب پر بڑا ہنگامہ برپا ہوا اور تند و تلخ تردید کا زبردست سلسلہ برسوں تک چلا گیا پیش نظر کتاب اسی نقش اول کا نقش ثانی ہے اور اگر کچھ کسر اس میں رہ گئی تھی تو وہ اس میں پوری کر دی گئی ہے۔ کتاب ان لوگوں کے لئے پڑھنے کے قابل پوری ہے جو اس موضوع پر محض تاریخی حیثیت سے نظر کرنا چاہتے ہیں انھیں یقیناً اس میں بہت سے بیانات چونکا دینے والے بھی ملیں گے اور بعض بڑے انقلاب آفریں۔ مصنف کا مطالعہ تاریخ اسلام پر بے شبہ بہت گہرا بھی ہے اور بڑا وسیع بھی البتہ اس سوال کا کہ جو نتیجے وہ کھینچ نکالتے چلے گئے ہیں کہاں تک صحیح و صائب ہیں۔ اس کا فیصلہ وہی اہل علم کر سکتے ہیں جو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوں اور جنکا مطالعہ مصنف سے وسیع تر و عمیق تر ہو کتاب قابل مدح و داد ہو یا مستحق رد و قدح انقلاب آفریں ہر حالی و صورت میں ہے "

اس کتاب کے نسخے جلد بندی کے لئے جلد ساز کی دوکان میں تھے کہ طوفانی بارش سے سیلاب کا پانی دوکان میں بھر گیا اور یہ نسخے ضائع ہو گئے۔ جو دوبارہ کتابت کے بعد طبع ہوئے اس لئے اشاعت میں تاخیر ہوئی۔

۳۰ جولائی ۱۹۶۷ء — محمود احمد عباسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض مولف

داستانِ عہدِ گل را بشنو از مرغِ چمن — زانکہ ہا آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں مورخین و مفسرین اور ناقلین حکایات و روایات کی غلطیوں اور لغزشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

وکثیراً ما وقع للمورخین والمفسرین	اکثر مورخین و مفسرین اور ناقلین حکایتوں اور واقعات
وائمۃ النقل من المغالط فی الحکایات	کی روایتوں کے نقل کرنے میں غلطیوں کا شکار
والوقائع لاعتمادھم فیھا علٰی	ہو گئے کیونکہ انہوں نے محض نقل ہی کرنے پر اعتماد کیا
مجرد النقل غثاً او سمیناً ولم	اور اس بات کا لحاظ نہ کیا کہ یہ حکایتیں اور روایتیں
یعرضوھا علٰی اصولھا ولا قاسوھا	رد کرنے کے لائق ہیں یا قبول کرنے کے، نہ
باشباھھا ولا سبروھا بمعیار	انہوں نے ان کو اصول پر جانچا نہ ان کے مشابہات
الحکمۃ والوقوف علٰی طبائع الکائنات	پر قیاس کیا اور نہ حکمت کے معیار اور طبائع کائنات
وتحکیم النظر والبصیرۃ فی الاخبار	کے وقوف پر انکو پرکھا اور نہ بصیرت سے ان پر غور
فضلوا عن الحق وتاھوا ببیداء	کیا (غرضیکہ اس طرح) وہ حقیقت سے بہک گئے۔
الوھم والغلط	اور غلطیوں کے جنگل میں بھٹکتے پھرے۔

مورخین کی اس طرح بہکنے اور روایتوں کے جنگل میں بھٹکتے پھرنے کی بیّن اور عبرت آموز مثال حضرت عثمان غنی ذی النورینؓ کے مخالفانہ بدپروپگنڈے اور اس کے نتیجے میں آپکی انتہائی مظلومانہ شہادت کے حالات کی ہے نیز امیر معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے ایام خلافت (۴۱ھ - ۶۴ھ) کے مشہور واقعات کی مکذوبہ روایتوں اور حکایتوں کی اور بھی واضح مثال ہے جو قدیم مورخین نے عہد عثمانی و اموی کے سیکڑوں برس بعد بغیر جانچے پرکھے اپنی کتابوں میں نقل کر دی ہیں۔ قدیم مورخین کی مولفہ کتب تاریخ جو بعد کے مصنفین کا ماخذ ہیں تعداد میں آٹھ ہیں ان میں سے پہلی دو کتابیں نسبتاً مختصر بھی ہیں اور اس قسم کی حکایتیں اور روایتیں بھی ان میں نہیں ہیں جن کا اشارہ ابن خلدون کی مندرجہ بالا عبارت میں ہے یعنی کتاب المحبر مولفہ ابوجعفر محمد بن حبیب متوفی ۲۴۵ھ و کتاب المعارف

مسلم بن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ باقی چھ کتابیں جو عام طور سے مستند سمجھی جاتی ہیں ...
انساب الاشراف مولفہ احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۷۹ھ (۲) اخبار الطوال ابوحنیفہ الدینوری متوفی ... (۳) تاریخ ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۹۲ھ (۴) تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ (۵) (۶) مروج الذہب تنبیہ الاشراف مسعودی متوفی ۳۴۶ھ۔ یہ سب مورخین جیسا کہ انکے سنین وفات سے ظاہر ہے امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے زمانوں سے سیکڑوں برس بعد کے ہیں۔ کوئی سوا دو سو برس بعد کا ہے۔ کوئی ڈھائی سو برس بعد کا اور کوئی تین سو برس بعد کا۔ اسی کے ساتھ اس حقیقت ثابتہ کو بھی پیش نظر رکھئے کہ پہلی دو صدی ہجری کے دوران تاریخ کی کوئی کتاب حجاز و شام و مصر میں نہیں لکھی گئی تھی جسے یہ قدیم مورخین اپنا ماخذ قرار دے سکتے۔ ان مورخین کا ماخذ تو محض قبائلی روایتیں و حکایتیں ہیں جو عراق کے ان عربی قبیلوں میں وضع ہوئیں جو حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہو کر جنگ جمل و صفین میں طالبان خون عثمانؓ سے برسرپیکار رہے تھے اور قاتلان عثمانؓ کی ایک جماعت بھی انہی میں سے تھی۔ پھر یہ قبائلی روایتیں و حکایتیں بھی اموی عہد کے خاتمے اور عباسی خلافت قائم ہونے کے تقریباً نصف صدی کے درمیان کوفہ کے راویان اخبار نے مرتب کیں۔ حضرت عثمان ذی النورینؓ کے واقعات کی روایتیں طبری نے بیشتر السری بن اسمٰعیل الکوفی سے لی ہیں جسکے متعلق محدث یحییٰ القطان کا قول ہے کہ ایک ہی مجلس میں اسکا جھوٹ مجھ پر کھل گیا تھا۔ محدث نسائی نے اسے متروک بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ تو لاشے محض تھا (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۰) امیر معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے عہد کے حالات و واقعات کی روایتیں بیشتر ان تین راویوں نے مرتب کیں (۱) محمد بن السائب الکلبی الکوفی متوفی ۱۴۶ھ (۲) ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی متوفی ۱۵۷ھ (۳) ہشام بن محمد الکلبی مذکور متوفی ۲۰۴ھ۔ اول الذکر کا دادا بشیر بن عمرو الکلبی مع اپنے تین بیٹوں السائب و عبید و عبدالرحمٰن کے جمل و صفین کی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھا اور محمد الکلبی کا باپ السائب اموی خلیفہ عبدالملک کے خلاف حضرت حسین بن علیؓ کے داماد مصعب بن زبیرؓ کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا تھا اور خود یہ ابو محمد الکلبی انہی اموی خلیفہ کے خلاف ابن اشعث کی بغاوت میں شریک ہو کر الجماجم کے معرکہ میں موجود تھا (المعارف ص ۲۳۳) ہشام کلبی اس کا بیٹا تھا۔ ابومخنف کا دادا سعید بھی جنگ صفین میں اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے حضرت علیؓ کی عراقی فوج میں شامل رہا تھا۔ ان تینوں راویان اخبار کا تعارف کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں مجمل طور سے ہو چکا ہے (ص ۲۲) نیز اس کتاب میں ذکر ضمناً آیا ہے کہ ائمہ ذہبی و دیگر ائمہ رجال نے ان تینوں راویوں کو کذاب بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ غالی رافضی و شیعی محترق تھے۔ مورخ یعقوبی و مسعودی تو انہی غالیوں کے ہم عقیدہ اور ہم مسلک تھے۔ بلاذری خلافت عباسیہ کے مرکزی دفتر میں ابتداءً فارسی کے مترجم رہے پھر خلفاء عباسی کے ندیم اور

ان کے بیٹوں کے اتالیق رہے انہوں نے اور علامہ ابن جریر طبری نے عوانہ بن الحکم متوفی ۱۴۷ھ و سیف بن عمر متوفی ۱۸۰ھ و علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۵ھ اور ایک معتدل شیعہ راوی عمار الدہنی کی روایتیں بھی لے لی ہیں۔ غرضیکہ یہ ہے وہ تاریخی مواد جس سے ہمارے ان قدیم مورخین نے عثمانی و اموی خلافتوں کے مشہور واقعات کی روایتیں اخذ کیں اور طبری نے قال ابومخنف و قال ہشام کلبی کی تکرار کے ساتھ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے بارے میں روایتوں اور حکایتوں کا انبار در انبار اپنے صفحات پر لگا دیا۔ کہ صدیوں پر صدیاں گذر جانے کے بعد آج بھی یہ انبار روایات پوشیدہ و مستور حقائق کی دریافت کے لئے تحقیق و ریسرچ کا زبان حال سے اسی طرح جویا و منتظر ہے جس طرح ماہرین آثار قدیمہ (ARCHAEOLOGIST) خس و خاشاک اور تودہ ہائے ریگ و سنگ و خشت میں دبے ہوئے ہزاروں سال کی مستور و مدفون حقیقتوں کا کھوج لگا لیتے ہیں۔[1]

کوفہ و عراق کی یہ قبائلی داستانیں و حکایتیں نمایاں طور سے حضرت علیؓ اور ان کے بیٹوں کے حق میں ان کی پارٹی کی موافقت میں اور ان کی مدح و ثنا میں ہیں اور قلم درکف دشمن کے مصداق بنی امیہ کی منقصت و مخالفت اور انکی توہین و تضحیک میں ہیں۔ ابومخنف کے رسائل مقتل حسینؓ وغیرہ جیسا کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں ثابت کیا جا چکا ہے افسانوی حد تک مبالغہ آمیز، یکطرفہ اور تاریخی ترتیب کے اعتبار سے مبہم ہیں۔ طلب قصاص خون عثمانؓ کے بارے میں حضرت علیؓ سے جس کسی کا بھی کوئی اختلاف ہوا اور نوبت بجنگ پہنچی کوئی دقیقہ ان راویوں نے اسکے مطعون کرنے میں اٹھا نہ رکھا۔ تفصیلی گفتگو کا تو یہاں موقع نہیں ایک

---

[1] ایک صدی سے زیادہ مدت ہوئی جنرل سر الکزنڈر کننگھم نے سخت شاقہ برداشت کر کے برصغیر ہند میں آثار قدیمہ کا سروے کیا تھا ان کی مرتبہ رپورٹیں قیمتی معلومات کا خزانہ ہیں۔ ایک دلچسپ واقعہ کو رپورٹ کرتا ہے کہ صوبہ بہار کے ویران کھنڈرات کا سروے کرتے وقت ایک مقام پر جسے توہم پرست ہندو متبرک جانتے تھے انہیں مشکل کا سامنا کرنا پڑا مگر عزم کے بموجب کھدائی کر کے قدیم ہندو دیوتاؤں کے آثار برآمد کر لئے انہی ہندوؤں کی اولاد جنہوں نے دھرم بھرشٹ ہونے کا واویلا مچایا تھا ان آثار پر اب فخر کرتی ہے۔ یہی کچھ کیفیت افسانوی و نیم افسانوی حکایتوں اور روایتوں کی تحقیق کی ہے۔ قدرتی سی بات ہے کہ ریسرچ سے جب مستور حقیقت منکشف ہو کر ضیا پاش ہوتی ہے شپرہ چشم توہم پرست واویلا مچا دیتے ہیں۔ ظہور نوری نشاند سگ بانگ [illegible] زند خلافت عباسیہ کے قائم ہونے کے نصف صدی کے اندر کاغذ کی ایجاد ہو جانے سے عراقی پارٹی کے بعض منچلے لوگوں کو موقع ملا بیسیوں رسائل اور کتابچے قبائلی حکایتوں کے لکھ ڈالے زمانے کے ہاتھوں یہ رسائل تو بحر میں غرق ہو گئے۔ ابن جریر طبری وغیرہ نے اس مجموعہ کے بعض اجزا کو جو کچھ کذب و افترا تھا انہیں لکھ کر حق نما اپنے صفحات پر بلکہ درست کہہ کے درج کر دیا اور مصنفین نے اسناد ترک کر کے راویوں کے مضامین کو لے لیا اور اس طرح ملت کی گمراہی کا سامان مہیا کر دیا۔

دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پہلے اس شرمناک اور زہریلے پروپگنڈے کی کیفیت سنئے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق پرستانہ اقدام قصاص خون عثمانؓ کی بنا پر ان کے خلاف کیا گیا۔

کتب مغازی وسیر کی تصریحات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو سنہ ۶ھ میں ایک سریہ پر متعین کر کے بنو فزارہ کے سرکش قبیلہ کی تادیب کے لئے بھیجا تھا اس لڑائی میں ایک عورت ام قرفہ مع اپنی بیٹی ام زمل کے گرفتار ہوئی۔ مسلمانوں کے ساتھ اس نے انتہائی دشمنی کی تھی پاداش جرائم میں قتل کر دی گئی اس کی بیٹی ام زمل جنگی قیدیوں کی تقسیم میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حصہ میں کنیز کے طور سے دیدی گئی۔ موصوفہؓ نے کچھ عرصہ کے بعد اس پر احسان کر کے آزاد کر دیا تھا چنانچہ وہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی گئی مگر ماں کے خون کو فراموش نہ کر سکی تھی مدعیان نبوت طلیحہ وغیرہ و مرتدین کے استیصال کے لئے جب حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت خالدؓ سیف اللہ کو متعین کیا انہوں نے طلیحہ وغیرہ کو شکست دینے کے بعد مقام بزاخہ کے قرب وجوار میں مرتدین کی شورشوں کا خاتمہ کیا یہ ام زمل اپنی ماں ام قرفہ مقتولہ کے اونٹ پر سوار ہو کر بنو طے و سلیم و ہوازن و غطفان قبیلوں کے باغیوں کے ساتھ میدان میں آئی مسلمان مجاہدین نے اسکے اونٹ کو گھیرے میں لیکر کونچیں کاٹ دیں اور اس عورت کو بھی قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ الحوئب کے کتے اسی پر بھونکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عورت کو ام المومنین عائشہؓ اور بعض دیگر ازواج مطہرات کے پاس بیٹھے دیکھکر فرمایا تھا کہ تم میں وہ کونسی ہوگی جس پر الحوئب کے کتے بھونکیں گے۔ اصل واقعہ تو یہ تھا کذابین نے ام المومنین کی ذات پاک پر اسے چسپاں کرنے کی شرمناک حرکت کی اور ابن جریر طبری نے خاص عنوان قائم کر کے اس مکذوبہ روایت کو اپنے صفحات پر درج کر دیا ان سے پھر متاخرین نے نقل کیا۔ اردو مصنفین حضرو دار المصنفین کی کتابوں میں اس مکذوبہ روایت کو طرح طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ اسی کذاب راوی ابو مخنف کی روایت سے ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (...) میں ام المومنین کی روانگی بصرہ کے بارے میں حضرت علیؓ سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ انہوں نے کہا تھا انها التی تنبحها کلاب الحوئب یعنی یہی ہے جس پر الحوئب کے کتے بھونکیں گے۔ پھر انہی کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ عائشہ کے ساتھ ہم نے تو کوئی برائی نہیں کی سوائے اس کے کہ ان کو اپنے گھرانے میں ہم نے داخل کر لیا تھا (دانا ادخلناها فی حیزنا) اس کے علاوہ مصنف نہج البلاغۃ نے تو پورا خطبہ ہی حضرت علیؓ سے منسوب کیا ہے عنوان ہے۔ جنگ جمل سے فراغت کرنے کے بعد عورتوں کی مذمت کے بارے میں دیا تھا اس میں یہ الفاظ حضرت علیؓ کے منہ سے کہلواتے ہیں۔

• عورتیں مردوں کے مقابلہ میں کم ایمان والی، کم حصہ والی اور کم عقلیں رکھنے والی ہوتی

..... دیکھو بری عورتوں کے تو قریب جانے سے بھی پرہیز کرو رہ گئیں اچھی عورتیں تو ان سے بھی چوکنا اور خوف زدہ رہو کہ نہ جانے کس وقت تم پر یہ اپنا وار چلا دیں) نیک کاموں میں بھی ان کے مشوروں پر عمل نہ کرو تاکہ انہیں برے کاموں میں تمہیں رائے و مشورہ دینے کی طمع اور ہمت نہ ہو (خطبہ ۸۳)

ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے یہ مہمل بات کہی ہے کہ عورتوں کے ناقص الایمان ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایام حیض میں وہ نماز نہیں پڑھ سکتیں نیز فرمایا ہے کہ عائشہؓ و زبیرؓ و طلحہؓ نے اقدام بغاوت سے توبہ کر لی تھی۔ توبہ نہ کرتے تو بغاوت پر اصرار کرنے کی وجہ سے داخل نار ہوتے، لولا التوبة لحكم بهم بالنار لاصرارهم على البغي گویا قصاص کو جسے شریعت نے مقدم رکھا ہے بغاوت سے تعبیر کیا ہے اور ام المومنینؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ کے اقدام قصاص عثمانؓ کی روشن ترین مثال کی عظمت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اور کذاب راویوں کی ہمنوائی کرتے ہوئے مصنف نہج البلاغہ نے بھی حضرت علیؓ کے منہ سے یہ الفاظ کہلوائے ہیں۔

فخرجوا يجرون حرمة رسول الله	(طلحہؓ و زبیرؓ) اس طرح نکلے کہ زوجہ رسول اللہؐ
كما تجر الأمة عند شرائها	کو یوں کھینچ رہے تھے جس طرح کنیز فروخت
متوجهين بها إلى البصرة فحبسا	کے لئے کھینچی جاتی ہے یہ لوگ بصرے کی طرف
نساءهما في بيوتهما وأبرزا	لے جا رہے تھے ان دونوں (طلحہؓ و زبیرؓ) نے
حبيس رسول الله لهما ولغيرهما	اپنی عورتوں کو گھروں میں محفوظ کیا اور رسول اللہ
(خطبہ ۱۷۵)	کی حرمت کو اپنے اور غیروں کے فائدہ کیلئے باہر نکالا۔

حضرت علیؓ سے ایسے الفاظ ام المومنینؓ کی شان میں منسوب کرنا جو ابن جریر طبری ہی کی روایت کے مطابق "اے اماں جان" کہہ کر انہیں مخاطب کرتے تھے شرمناک کذب بیانی ہے۔ جنگ جمل کے خاتمہ پر جب وہ ام المومنینؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ ای امہ ... یا امہ کہکر گفتگو کی تھی (طبری ج ۵ ص ۲۱۹) اور فرمایا تھا کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں رسول اللہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ام المومنینؓ مدینہ جانے لگیں احترام کے ساتھ سفر کے انتظامات کئے خود بھی دور تک مشایعت کی اور اپنے دونوں صاحبزادوں کو ایک منزل تک ساتھ کیا۔ ان واقعات کی موجودگی میں کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے کوئی کلمہ نازیبا ان کی شان میں کہہ کر اساءت ادب کا ارتکاب کیا ہو۔ طبری نے متعدد جگہ حضرت عائشہؓ کا اسم گرامی لکھنے یا ام المومنین" کہنے کے بجائے حضرت علیؓ کے منہ سے۔ هذه المرأة۔ (ج ص ...)

یعنی " یہ عورت " کہلوایا ہے۔ غالی راویوں اور مصنف نہج البلاغہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ام المومنینؓ کو حضرت علیؓ سے خصومت تھی اس سلسلہ میں جو سب وشتم کیا گیا ہے اور ناگفتہ بہ الفاظ حضرت علیؓ کی زبان سے ادا کرائے گئے ہیں انہیں نقل نہ کرنا ہی مناسب ہے ام المومنینؓ موصوفہ کے اقدام قصاص خون عثمانؓ کے جو حالات اس کتاب میں پیش کئے گئے ان کے مطالعہ سے کذابین و وضاعین کی پست فطرت کا قدرے اندازہ ہو سکے گا۔ مقاتل الطالبین کے غالی مؤلف نے تو یہ کذب بیانی بھی کی ہے کہ حضرت علیؓ کے مقتول ہو جانے کی اطلاع ملتے ہی حضرت عائشہؓ نے سجدہ شکر ادا کیا تھا (ص۴۳) حالانکہ واقعہ اسکے قطعاً برعکس ہے۔ علامہ شہاب الدین احمد ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ شہادت علیؓ کو سنکر جب ام المومنینؓ کی خدمت میں گئے انہیں ابن عم رسول اللہ کے واقعہ پر غمگین پایا فنظر حزنها على ابن عم رسول اللہ (ج ۳ ص۱۳۵) حضرت عائشہؓ روضہ مبارک پر تشریف لے گئیں اور بچشم پرنم نوحہ و تعزیت کے کلمات ادا کئے جسے لوگوں نے اپنے کانوں سنا اور بیان کیا۔ غالیوں کی بدگوئیوں کے مقابلہ میں جس کی ایک دو مثالیں نمونے کے طور سے پیش کی گئی ہیں ان دونوں بزرگ ہستیوں کے کردار اور طرز عمل کی یہ روایتیں جن سے ان کے اعلیٰ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے کہ باوجود اختلاف رائے اور سیاسی مخالفتوں کے ایک دوسرے کی قدر کرتے زیادہ مستند و معتبر ہیں۔

یہ مطاعن اور مکذوبہ روایتیں جنکا تذکرہ ہوا خون عثمانؓ کا قصاص لینے والوں کی بدگوئی میں ہیں اب خود ان مظلوم و شہید داماد رسول اللہؐ و خلیفہ راشدؓ کے بارے میں اس خطبے کے چند الفاظ سنئے جو حضرت علیؓ سے منسوب ہے اور خطبہ شقشقیہ کہلاتا ہے۔ حضرات شیخینؓ کی اسا ءت ادب کے الفاظ کے بعد حضرت عثمان ذی النورینؓ کے بارے میں یہ الفاظ کہلواتے ہیں۔

> "پھر قوم کا تیسرا آدمی (عثمانؓ) متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلائے چارہ اور لید (کی جھیجھالیند) میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اسکے باپ کی اولاد (بنی امیہ) کھڑی ہو گئی اور خدا کا مال خوب چبا چبا کر کھانے لگے جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھانس کھاتا ہے یہاں تک کہ اس کمیرے

کی (بٹی ہوئی رسی کے) بل بھی نکل گئے۔ انہیں ان کے کرتوتوں نے مار ا اور ان کی بدہضمی نے انہیں منہ کے بل گرا دیا۔"[ل]

اس قسم کے بیہودہ کلمات جو تہذیب و اسلامی اخلاق کے منافی اور واقعات کے بھی سراسر خلاف ہیں حضرت علیؓ جیسے پاکیزہ اخلاق صحابی کے منہ سے کسی دوسرے صحابی خصوصاً حضرت عثمانؓ کے لئے جو ہر اعتبار سے ان سے ہم مراتب بلند و برتر تھے ہرگز ادا نہیں ہو سکتے۔ یہ تو غالی مصنفین ہی کے وضع کردہ ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت عثمانؓ بڑے تاجر تھے مال و دولت کی بہتات سے عثمان غنی " کہلاتے تھے۔ طبعاً بڑے مخیر تھے " اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں اپنا مال و زر بے دریغ خرچ کرتے۔ مالی جہاد میں جو ہاتھ سے جہاد کرنے میں افضل ہے سوائے حضرت صدیق اکبرؓ کے سب پر سبقت رکھتے تھے مہاجرین کو مدینے آکر آب شیریں کی بڑی دقت کا سامنا تھا حضرت عثمانؓ نے یہودیوں سے میٹھے پانی کے کنوئیں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیئے۔ قحط سالی میں سیکڑوں من غلہ مفت تقسیم کیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر مجاہدین کے لشکر کے لئے جو " جیش عسرت " کہلایا نو سو اونٹ ایک ہزار گھوڑے مع ساز و سامان کے مہیا کئے اور ایک ہزار اشرفیاں اخراجات کے لئے پیش کیں۔ خلیفہ منتخب ہو کر اپنے کل مال و متاع کے تین مساوی حصے کئے ایک حصہ صلہ رحمی میں قرابتداروں میں بانٹ دیا۔ دوسرے حصے سے یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی پرورش کا انتظام کیا اور صرف تیسرا حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ چھوڑا، بہت سادہ زندگی بسر کرتے بیت المال سے ایک حبہ بھی ذاتی یا خاندانی ضرورتوں پر خرچ نہ کیا۔

فتنہ کے دوران حفاظت ذاتی کے لئے فوجی دستہ رکھنے اور اس کے مصارف کا بار بیت المال پر ڈالنے کے روادار نہ ہوئے حضرت علیؓ نے ان کی نیکی، نیک کرداری صلہ رحمی ان کی مروت و نرم مزاجی کا واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے (البدایہ والنہایہ)

ل نہج البلاغہ کے خطبہ کے اس فقرے کا ترجمہ کتاب سلسبیل فصاحت (ترجمہ نہج البلاغہ) سے نقل کیا گیا ہے جو بقول مترجم ظفر مہدی جائسی حکیم محمد امیر احمد خان آف محمود آباد ان کے قائم کردہ دار التصنیف امیر سے شائع ہوا تھا۔ مترجم نے ترجمے کے ساتھ جو تشریحی حاشئے تفصیل سے لکھے ہیں کوئی سنجیدہ شخص دل پر جبر کر کے بھی بتمام و کمال مطالعہ نہیں کر سکتا صدر اسلام کی واجب التعظیم ہستیوں اور عظمائے ملت کی صدھا بدگوئی کی گئی ہے۔

حضرت عثمانؓ بنی امیہ کے دوسرے صاحب اختیار بزرگوں پر بیت المال کا روپیہ لٹانے کے الزامات محض بے بنیاد ہیں صفین وغیرہ کی خانہ جنگیوں میں جو بقول شاہ ولی اللہؒ عہد خلافت کی غرض سے تھیں بیجت اسلام اتنی نوے ہزار سپاہ بھرتی کر کے بیت المال کی کثیر رقم ان پر صرف کرنے کی ابتداء تو خود حضرت علیؓ کی جانب سے ہوئی تھی۔ یہ کرایہ کے سپاہی MERCENARY بعد میں ایسے بے وفا اور نا فرمان ثابت ہوئے کہ حضرت موصوف کو بار بار ان کا شکوہ کرنا پڑا جس کا ذکر اس کتاب میں بھی اپنے محل پر آیا ہے حتیٰ کہ مصنف نہج البلاغہ نے ایک خطبہ میں اَدْکیس عَجَباً اَنَّ مُعاوِیۃ یدعوا الجفاۃ الطّغام فیتبعُون علی غیر معونۃٍ وَلَا عَطَاءٍ (الی آخرہ) شکوہ کے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

« کیا یہ امر قابل تعجب نہیں کہ معاویہؓ تو اعانت اور عطا کے بغیر جفاکاروں کو دعوت دیتا ہے اور وہ اسکی پیروی کرتے ہیں اور میں تمکو حالانکہ تم بقیہ اسلام اور بقیہ مردم ہو اعانت اور عطا کیساتھ دعوت دیتا ہوں تو تم میرے پاس سے متفرق ہو جاتے ہو اور میرے سامنے اختلاف کرتے ہو۔»

چنانچہ ایک اور تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ معاویہؓ کے اطاعت کیش اور فرمانبردار دس سپاہیوں سے میں اپنے سو نافرمان آدمیوں کا تبادلہ کرنے کو تیار ہوں۔ ان کے صاحبزادہ محمد الحنفیہؒ ہی کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ ثالثی کے بعد سے میرے والد نے اہل شام سے لڑنے کے لئے چار مرتبہ جھنڈا گاڑا مگر لشکریوں کی نافرمانی کی بدولت ہر مرتبہ اکھاڑ دینا پڑا (لامن) یہ حالت کیوں پیش آئی اس کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ اپنے اپنے متبعین اور فوجیوں کی نظروں میں ان دونوں قائدین ـ علیؓ و معاویہؓ ـ کی پوزیشن کا فرق باعتبار حالات و واقعات یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ تو ملک شام میں شروع ہی سے حکمرانہ اقتدار رکھتے تھے۔ تقریباً سترہ اٹھارہ برس سے نہ صرف گورنر رہے تھے بلکہ ان کے اور ان کے بھائی حضرت یزیدؓ کے ہاتھوں اس ملک کا بڑا حصہ فتح ہوا تھا۔ عہد صدیقی و فاروقی میں دیگر مجاہدین کے ساتھ انہوں نے اور ان کے اہل خاندان نے جہادوں میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ قیادت اور سرداری کی عدیم النظیر صفات حسنہ کی وجہ سے بیحد ہر دلعزیز تھے۔ شامی افواج ان کے ایک اشارے پر معونت و عطاء کے بغیر سرباز ماہو جانے کو موجود تھیں حضرت علیؓ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ عراقی لیڈروں کو غرہ اس بات کا تھا کہ جس انقلاب کی بنا پر حضرت علیؓ مسند خلافت پر فائز ہوئے اس میں ہمارا ہاتھ تھا اور ہماری ہی مدد سے بیعت خلافت ہوئی تھی ہم ہی ان کی حربی قوت کی ریڑھ کی ہڈی کے مثل ہیں اور ہماری ہی حمایت کی بنا پر مدینہ چھوڑ

کر کوفہ کو مستقر بنایا ہے ہمارا کہنا انہیں بہر حال کرنا ہوگا چنانچہ صفین کے موقع پر ان عراقیوں کی ایک جماعت نے ثالثی کی تجویز منوانے کے لئے یہ دھمکی بھی دی کہ ہماری بات نہ مانی گئی تو تمہارا بھی وہی حشر کریں گے جو ابن عفانؓ کا کیا تھا۔ او نفعل کما فعلنا با بن عفان (طبری ج ۲ ص) مالک الاشتر جو کار گذار اور بہادر تھا اس تجویز کا سخت مخالف تھا وہ خوب جانتا تھا کہ شہادت عثمانؓ کے بارے میں تحقیق و تفتیش رنگ لائے بغیر نہ رہے گی۔ حالات نے اُسے مجبور کر دیا مگر بطور ثالث اس نے اپنا نام پیش کرایا لوگوں نے نامنظور کیا۔ طبری نے ابو مخنف ہی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ صفین کے معرکہ میں جاتے ہوئے عراقی دوستوں اور محبوں کی طرح گئے تھے وہاں سے لوٹے تو دشمنی و عناد کے جذبات لیکر لوٹے (ج ۳ ص ۲۵) ابو مخنف کی دوسری روایت میں ہے کہ صفین سے واپس ہوتے ہوئے حضرت علیؓ کا گذر جن جن قبائل پر ہوتا آہ و بکا کی آوازیں سنتے ایک ہی قبیلہ کے ایکسو اسی۱۸۰ جوان مارے گئے تھے (ص ۳۵ ایضاً) اس کثرت سے جانیں ضایع جانے کے باوجود گوہر مقصود ہاتھ نہ آنے سے عراقیوں کے دلوں میں مایوسی اور غم و غصہ کے جذبات کا موجزن ہونا قدرتی تھا۔ ان کی مختلف جماعتوں کی ایک دوسرے پر الزام تراشیوں سے خصوصاً ثالثی کی تجویز کے بعد سے پھوٹ پڑ گئی۔ بلاذری نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ عمارہ بن عقبہ نے حضرت معاویہؓ کو عراقیوں کی حالت کی اطلاع ان الفاظ میں دی تھی۔

« علیؓ کے قرآن خواں اور زہد کیش ساتھیوں نے ان سے بغاوت کی علیؓ ان سے لڑے اور انہیں نہروان کی جنگ میں قتل کر ڈالا اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے لشکر والے اور بہت سے اہل کوفہ جن کے عزیز نہروان میں مارے گئے تھے ان سے بگڑ بیٹھے ہیں ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے سخت عداوت پیدا ہو گئی ہے اور ان کا اتحاد و یکجہتی پارہ پارہ ہو گئی ہے»

بلاذری کی ایک اور روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ عراقی لیڈروں خصوصاً حضرت اشعث بن قیسؓ سے خط و کتابت کی انہیں عزت و منزلت کے سبز باغ دکھائے یہ لوگ حضرت علیؓ سے ٹوٹ کر حضرت معاویہؓ کی جانب مائل ہو گئے اسی بنا پر معاویہؓ کہا کرتے تھے کہ صفین کے بعد علیؓ سے میری لڑائی میں نہ لشکر کی ضرورت پڑی نہ سامان جنگ کی۔ لیکن ثالثی کی کارروائی کا وقت نظر سے غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ خون عثمانؓ کا قصاص نہ لے سکنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کی پوزیشن خراب ہو گیا تھا۔ علامہ ابن جریر طبری نے ثالثی کی کارروائی کے بارے میں یوں تو ابو مخنف کی پانچ روایتیں اپنی کتاب کے ڈھائی صفحوں پر درج کی ہیں جن میں ۷۵ سطریں ہیں مگر نفس معاملہ کو جو سات

سطروں میں مہمل طور پر بیان کر دیا ہے کہ معاویہؓ کے ثالث عمرو بن العاصؓ نے فریق ثانی کے ثالث ابو موسیٰ اشعریؓ کو دھوکہ دیکر ان ہی کے منہ سے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کرا دیا مگر اپنے فریق کو قائم رکھا۔ اس پر دونوں ثالثوں میں گلخپ ہو پڑی ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے اور اس طرح اس اہم اجتماع کا خاتمہ اصل معاملہ کا تصفیہ کئے بغیر ہو گیا جو قصاص خون عثمانؓ سے متعلق تھا نہ انتخاب خلیفہ سے۔

یہ لغو روایت کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ثالثی کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا تھا عمرو بن العاصؓ نے علیؓ کا معزول کیا جانا تو قبول کر لیا مگر معاویہؓ کو بحال و برقرار رکھا کھلا ہوا دھوکہ و فریب اور خطرناک مغالطہ ہے۔ معاویہؓ نہ خلیفہ تھے اور نہ خلافت کے مدعی ان کا بحال و برقرار کیا جانا محض لغو اور مہمل ہے ثالثی کا انتخاب خلیفہ سے کوئی دور کا تعلق بھی ہوتا تو حضرت علیؓ قبول و منظور ہی کیوں کرتے۔ معاویہؓ تو محض طالب قصاص تھے چنانچہ خود حضرت علیؓ نے اپنے گشتی مراسلہ میں صاف اقرار کیا ہے کہ خون عثمانؓ کے معاملہ میں اہل شام سے ہمارا مقابلہ ہوا اور ہم اس خون سے بری تھے۔ بذات خود تو وہ بری تھے بار بار قسمیں بھی کھاتے تھے مگر ان کے معتمد خاص مالک الاشتر اور اس کے ساتھی بلوائی جو ان کی فوج میں شامل تھے وہ تو بری نہ تھے قاتلین سے قصاص نہ لے سکتے بلکہ انہیں اپنی پناہ میں رکھنے اور عہدے دینے کے الزامات کی تحقیقات اور تصفیہ ہی کی غرض سے تو یہ ثالثی مقرر ہوئی تھی۔ فریقین کو ثبوت و شہادت اور صفائی پیش کرنے کے لئے چھ ماہ کی مہلت دی گئی تھی مگر عراقیوں کی حیلہ جوئی سے مقررہ وقت اور متعینہ مقام پر اجتماع نہ ہو سکا تھا بعد میں اذرح مقام پر ہوا اور حسب قرارداد سابق فریقین کے چار چار سو طرفدار حاضر آئے۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ عظمائے ملت سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہم موقع پر موجود تھے مگر حضرت علیؓ بذات خود موقع پر نہ گئے تحریرات کے ذریعہ ثالث سے سوال و جواب کرتے رہے جس میں کافی وقت لگ گیا۔ عراقیوں کے سامنے تو معاملہ بس اتنا تھا کہ ان کا فریق کسی نہ کسی طرح جیت جائے اور مستقر خلافت کوفہ ہی باقی رہے ثالث کے پاس کوئی تحریر ان کی آتی عراقی دوڑے ہوئے آتے ابن عباسؓ سے پوچھتے تم نے کیا لکھا تھا کیا جواب آیا۔ شامیوں کے سامنے تصفیہ طلب مسئلہ صرف یہ تھا کہ مدینہ میں جو انقلاب ہوا جس کے نتیجہ میں خلیفہ وقت مظلومیت سے شہید کئے گئے اس سے علیؓ کا کوئی تعلق تھا یا نہیں قاتلین سے انہوں نے قصاص کیوں نہ لیا کیوں بلوائی

لیڈروں کو اپنا مقرب و معتمد بنایا کیوں انہیں عہدے دیئے اور کیوں مانع قصاص ہیں۔ شامیوں کا قاصد ثالث پاس آتا جواب لیکر خاموشی سے چلا جاتا، دونوں کیمپوں کی حالت ہی سے دونوں پارٹیوں کے غلط اور صحیح موقف کا اندازہ ہوتا تھا۔ بالآخر شہادت ثبوت و صفائی گذر جانے کے بعد حضرت علیؓ کے ثالث نے جو ان کے بھتیجے داماد بھی تھے واقعات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیکر انہیں ہی خطاوار ٹھہرایا اور مفادِ ملت کے پیش نظر آٹھ سو حاضرین کے سامنے جن میں اکثر عظمائے ملت و صحابہ موجود تھے منصب خلافت سے معزول کر دیا جس سے دوسرے ثالث نے بھی اتفاق کیا۔ غالی راویوں نے جو متبذل باتیں دونوں جلیل القدر صحابیوں سے منسوب کی ہیں کذب و افترا بھی ہیں اور بعض صحابہ کی مظہر بھی۔ ابو موسیٰ اشعریؓ بڑے پائے کے عالم و فقیہ تھے آنحضرتؐ نے حضرت معاذؓ کے ساتھ انہیں یمن بھیجا تھا۔ حضرت عمرؓ ان کے فہم و قوت فیصلہ کے معترف تھے جمہور امت نے ان کے عادلانہ فیصلہ کو سراہا۔ قاضی بلال اشعری ان کے پوتے تھے ذوالرمہ شاعر نے انہیں مخاطب کرکے یہ شعر کہے تھے کہ تمہارے دادا نے اذرح کے ایام ثالثی میں خانہ جنگی کی تباہ کاریوں کا سد باب کرکے دین و ملت کو بچا لیا تھا۔

ابوك تلافى الدين والناس بعدما | تشاءوا وبيت الدين منقطع الكسر
فشد اصار الدين ايام اذرح | ورد حروبا قد لقحن الى عقر

حضرت علیؓ کو اس فیصلہ کے بعد سے اپنے دوبارہ منتخب ہونے کی کوئی توقع نہ ہو سکتی تھی فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا جس سے ان کی پوزیشن اور وقار کو صدمہ پہنچا، طالبان قصاص کے حق میں یہ فیصلہ البتہ کامیاب جنگ سے بھی زیادہ مفید ہوا۔ رائے عامہ کا رجحان روز بروز علیؓ کی مخالفت اور معاویہؓ کی موافقت میں زیادہ ہوتا گیا۔ طاقت استعمال کرنے کے باوجود جس کے نتیجے میں ہولناک خونریزیاں ہوئیں علوی سیاست وقیادت اس درجہ ناکام رہی کہ مدتوں بعد تک اپنوں غیروں میں اسکے ذکر و اذکار ہوتے۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت حسینؓ اپنے والد کی کچھ برائی اپنے تایا جعفر طیارؓ کے مقابلے میں کرنے لگے عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا میرے والد تو جنت کی سیر کرتے ہیں تمہارے والد تو خانہ جنگیوں کے خون میں نہا گئے تھے۔ سرنيق الدماء في الفتنة (بلاذری) جعفر صادق علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ شہادت عثمانؓ سے خلافت خاصہ منقطع ہو جائے گی ابن ابی الحدید کی روایت ہے کہ ایک مجلس مشاورت میں جو حضرت عثمانؓ نے آخر ایام میں منعقد کی تھی علیؓ و معاویہؓ میں سخت کلامی کی نوبت آئی وہ غصہ میں اٹھ کر جانے لگے روکنے سے نہ رکے تو حضرت عثمانؓ نے کہا تھا۔ واللہ لا تصل الیک ولا الی احد من ولدک (قسم بخدا یہ خلافت نہ تمہیں

ملے نہ تمہاری اولاد میں سے کسی ایک کو، اسامہؓ موجود تھے یہ سنکر انہیں بڑا تعجب ہوا حضرت سعدؓ سے ذکر کیا انہوں نے کہا عثمانؓ نے سچ کہا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ خلافت نہ علیؓ کو ملے گی نہ ان کی اولاد کو لاینالہا علی ولا ولدہ ٭ (شرح ابن ابی الحدید) آپ کی پیش گوئی کس کس طرح پوری ہوئی وہ طلب خلافت کے مسلسل خروجوں سے ثابت ہے جو اس کتاب میں اس غرض و مقصد سے پیش کئے گئے ہیں کہ معاویہؓ و یزیدؒ اور دیگر خلفاء کے مفروضہ ظلم و جور کی حقیقت منکشف ہو جاتے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جائے کہ خاندانی و موروثی خلافت کے سلسلہ میں مدعیان خلافت کے مناقب اور خلفاء وقت کے مثالب کی وضعی حدیثوں اور روایتوں کے پروپگنڈے سے سیاسی اقتدار کے حصول کی جدوجہد کو مذہبی رنگ دیکر کس کس روپ میں پیش کیا گیا اور فرقوں اور پارٹیوں کی کس کس نوعیت پر بنیاد ڈالی گئی اور یکجہتی و غیر طبقاتی ملت کس کس طرح فرقوں اور طبقوں میں متفرق ہو گئی۔ سیاسی اقتدار کے حصول میں ظلم و جور و خون ریزی ہاشمی افراد نے زیادہ کی۔ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے اکابر بنی امیہ کو نہرابی فطرس پر جس قساوت اور ظلم و جور سے قتل کرایا وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ بنی امیہؒ تو حالت غضب میں بھی حلم سے کام لیا ؎

وما نقموا من بنی امیۃ الا انہم یحلمون ان غضبوا

لوگ بنی امیہؒ سے اس لئے ناراض ہیں کہ حالت غیظ و غضب میں بھی حلم سے کام لیتے ہیں

شہادت عثمانؓ، جنگ جمل و صفین و نہروان و کربلا کے حالات افسانوی اور نیم افسانوی طرز پر جن راویوں نے واقعہ کے سیکڑوں برس بعد بیان کئے ہیں ان کا مجملاً ذکر ہو چکا ہے یہ بیانات زیادہ تر یکطرفہ اور مبہم ہیں مثلاً حادثہ کربلا کے بارے میں طبری نے مختلف روایتیں لکھی ہیں کبھی کہا ہے کہ کربلا میں نہیں نینوی میں یہ حادثہ پیش آیا اور محرم میں نہیں ماہ صفر میں ہوا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ سالہ ۶۱ھ میں نہیں سنہ ۶۰ھ میں ہوا لہٰذا معاویہؓ کی وفات ایک سال پہلے ۵۹ھ میں قرار دیدی جاتے پھر کہتے ہیں کہ عاشورہ کا دن یا تو شنبہ آتا ہے یا دوشنبہ لیکن ہندی زیجات سے چونکہ یکم محرم ۶۱ھ کو چہار شنبہ آتا ہے اور دسویں کو جمعہ لہٰذا بجائے ۶۱ھ کے ۶۰ھ کو قرار دینا مناسب ہے (صفحہ ۱۵۱ جلد ششم از کتاب دوم ملخصاً) جب وقوعہ کے سنہ اور مہینے اور تاریخ و دن بھی ٹھیک نہ بتا سکیں تو دیگر تفصیلات کا پھر کیا اعتبار۔

وقوعہ کی تاریخ اور مقام کی اختلاف بیانی کے علاوہ خود ان تمام واقعات کے بارے میں جو قدیم و جدید مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں زمانہ حال کے ایک شیعہ مولف اپنی کتاب "مجاہد اعظم" میں عربی و فارسی کی لوتنے کتابوں کی چھان بین کے بعد یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:۔

"عام کتابوں سے قطع نظر کرکے فریقین کی وہ مستند کتابیں جو "اسلامی تاریخ کی جان سمجھی جاتی ہیں اسقدر مختلف البیان ہیں کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے ہیں..... اگر دو مستند سے مستند کتابوں کو بھی سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو تمام واقعات کی تحریریں اول سے آخر تک متفق اللفظ نہیں (صفحہ ۲۴)

پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ "آخر اسلامی واقعات کے اس قدر اہم شان حادثہ کی نوعیت اسقدر ڈانواں ڈول اور سلسلہ روایات کے لا انتہا مختلف البیان ہونے کی کیا وجہ ہے" چنانچہ خود ہی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ کسی کا "کوئی چشم دید واقعہ بیان نہیں ہوا اسکے علاوہ صدہا باتیں طبعزاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی (صفحہ ۱۴۱) سب سے پہلا شخص جس نے اس حادثہ کو افسانوی رنگ میں بیان کیا ابو مخنف لوط بن یحیی ازدی متوفی سنہ ۱۷۵ھ تھا جس کی ولادت بھی اس زمانے کے کئی سال بعد ہوئی تھی اسے ائمہ رجال نے متفقہ طور سے غیر ثقہ بلکہ کذاب کہا ہے ابو مخنف کے بارے میں مولف "مجاہد اعظم" فرماتے ہیں کہ "وہ کربلا میں خود موجود نہ تھے اس لئے یہ سب واقعات انھوں نے بھی سماعی لکھے ہیں لہٰذا "مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف ان واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلمبند کر دیا ہے (صفحہ ۱۴۷)

چنانچہ ان "سماعی واقعات" کے متعلق جو ذاکروں اور واعظوں کی زبان سے بیان ہوتے ہیں اور "شہادت ناموں" میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ "مولف" مجاہد اعظم فرماتے ہیں کہ اگر واقعات مثلاً تین شب دروز پانی کا بند رہنا، فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، زینب کے صاحبزادوں کا نو دس برس کا ہونا، فاطمہ کبریٰ کا عقد قاسم کے ساتھ

ہونا ... شمر کا سینۂ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا، نبی زادیوں کی چادریں چھین لینا سکینہ کی عمر تین سال کی ہونا (وغیرہ جیسے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے) کہ یہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط بعض مشکوک بعض ضعیف بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں (ص ۱۸)

حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کی زبانی جو چوبیس برس کے کڑیل جوان دو بچوں کے باپ تھے یا حضرت مثنیٰ کی زبان سے جو حضرت حسینؓ کے داماد مع اپنی زوجہ کے حسینی قافلے میں موجود تھے اور مع اپنے متعدد عزیزوں کے صحیح سلامت واپس آئے اور کربلا کے عرصہ دراز بعد تک حیات رہے کوئی واقعہ بیان نہ ہونا واضح دلیل اس امر کی ہے کہ اس حادثہ کی وہ نوعیت نہ تھی جو سیاسی اغراض سے عرصہ دراز بعد سبائیوں نے ملت میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے کتابچوں میں لکھی اور بعد کے مورخین نے ان ہی سے اخذ کرکے کتابوں میں نقل راجہ عقل کے طور سے روایتیں درج کر ڈالیں۔

مزید بحث "توضیحات" کے زیر عنوان ملاحظہ ہو جس کے ساتھ بہلنہ بسیار [illegible] اعتراضات پر تنقیدات بھی شامل ہیں۔

محمود احمد عباسی
کراچی

صحابۂ رسول اللہ صلعم اور یزیدؒ کی بیعت ولیعہدی و خلافت

کتب تاریخ میں صراحتاً بیان ہوا ہے کہ یزیدؒ بن امیر المومنین معاویہؓ کی ولایت عہد کی تحریک سب سے پہلے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی متوفی ۵۱ھ نے پیش کی تھی جو جلیل القدر صحابی تھے نیز بڑے فرزانہ مدبر، سیاست دان اور عہد فاروقی کے نامور فاتح اور گورنر تھے۔ یہ تحریک اس زمانہ میں پیش کی تھی جب قسطنطنیہ کے زبردست معرکہ جہاد میں اسلامی لشکر کے کمانڈر کی حیثیت سے یزیدؒ کی انتظامی قابلیت، حربی صلاحیت، شجاعت و بسالت کے اعتراف میں ملت نے اس نوجوان غازی کو فتی العرب (عرب کے سورما) کے خطاب سے نوازا تھا اور بعد معاودت جہاد امیر الحج کی حیثیت سے حج بھی کیا تھا، یعنی ۵۰ھ میں۔ میر یزیدؒ کے اس لشکر میں، جیسا کتاب خلافت میں تفصیلاً بیان ہوا ہے، صحابۂ کرام کی ممتاز جماعت بھی موجود تھی جس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ میزبان رسول اللہ صلعم حضرت عبد اللہ بن عمر فاروقؓ حضرت عبد اللہ بن العباسؓ و دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ اور حضرت حسینؓ بن علیؓ بھی شامل تھے۔ حضرت حسینؓ کی شرکت جہاد قسطنطنیہ کو شیعہ مورخ مسٹر جسٹس امیر علی نے بھی تسلیم کیا ہے (ہسٹری آف سیراسینز مطبوعہ لندن ۱۹۵۱ء صفحہ ۸) یہی وہ پہلا اسلامی لشکر تھا جس نے مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا تھا اور جس کے ہر غازی کو لسان نبوی سے بشارت مغفرت دی گئی تھی:-

وذلك الجيش اوّل جيش غزا القسطنطنية وفي صحيح البخاري عن ابن عمرؓ عن النبيّ انه قال اوّل جيش من امتي يغزون مدينة قيصر (القسطنطنية) مغفور لهم۔ منہاج السنۃ ابن تیمیہ۔ ج ۲ صفحہ ۲۴۱	اور یہی لشکر وہ پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔ صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا اس کے لئے مغفرت ہے۔

اس جہاد کی واپسی پر امیر یزیدؒ نے حج کیا اور امیر الحج کی حیثیت سے لوگوں کو حج کرایا، اس کے بعد دو سال متواتر ۵۱ھ و ۵۲ھ میں بھی امیر حج رہے۔ روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے اور مدینہ کے دو خاندانوں میں یکے بعد دیگرے رشتہ مناکحت قائم کیا یعنی حضرت حسینؓ کی بیٹی

بھتیجی سیدہ ام محمد بنت حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ہاشمیؓ سے اور دوسری مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ کی پوتی سیدہ ام مسکین سے۔

اس نوجوان مجاہد و غازی کی علمی و اخلاقی صلاحیتوں سے صحابہ و تابعین کی ممتاز جماعت بخوبی واقف تھی، ان کے پیش نظر خانہ جنگیوں کے اندوہناک حالات بھی تھے جو حضرت عثمان ذی النورینؓ کی مظلومانہ شہادت اور سبائی گروہ کے فتنہ و فساد سے ملت کے اختلال و انتشار کی صورت میں رونما ہوئے تھے۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے تدبر و فراست، حلم و کرم، عدل و انصاف اور انتظامی قابلیت کی بدولت حالات بہت کچھ سدھر گئے تھے، قریش و دیگر قبائل عرب کی بڑی اکثریت اموی قیادت کی معترف تھی، صحابہ و تابعین نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا، ملت اسلامیہ کے فلاح و بہبود اور مصالح کے اعتبار سے اس تحریک کی تائید کی اور عالم اسلام کے ہر خطہ کے لوگوں نے بیعت کی ——

فبایع لہ الناس فی سائر الاقالیم (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹) — تمام علاقہ جات میں لوگوں نے انکی (ولیعہدی) کی بیعت کی۔

چند سال بعد رجب ۶۰ھ میں امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو سفر آخرت پیش آیا، ممالک اسلامیہ کے ہر ہر علاقہ و صوبہ میں ولیعہد خلافت کی بیعت موکد کی گئی۔ سوائے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور حسین بن علیؓ کے جنہوں نے بعد میں دعوئی خلافت کیا اور سب نے بیعت کی۔ اس زمانہ میں حجاز و شام و عراق و مصر و یمن و بلاد مغرب (افریقہ) و بلاد مشرق (ایران و ترکستان) میں جا بجا صحابۂ رسول صلعم کی وہ بزرگ ہستیاں متوفشاں تھیں، جنہوں نے سالہا سال تک شمع نبوت سے براہ راست اخذ نور کیا تھا، ان میں سے بہت سوں نے نبی کریمؐ کی معیت میں غزوات میں اور آپ کے بعد جہادوں میں شریک ہو کر باطل قوتوں کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی وہ کسی حالت میں نہ باطل سے دبنے والے تھے اور نہ کسی جابر کی جبروت کو خاطر میں لا سکتے تھے۔ صحابہ کی اس کثیر تعداد میں سے کسی ایک صحابی نے بھی نہ متفق علیہ خلیفہ وقت کے خلاف خروج و بغاوت کو کسی طرح جائز و مناسب سمجھا اور نہ حضرت حسینؓ کے خروج میں ان کا ساتھ دیا، بلکہ ان صحابہ و تابعین نے جو حضرت حسینؓ سے وقتاً فوقتاً ملے۔ انہیں طرح طرح سمجھایا، منع کیا اور خروج سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔

وقد کان فی ذالک العصر کثیر من الصحابۃ بالحجاز و الشام و البصرۃ و الکوفۃ و مصر — اس زمانہ میں صحابہ کی کثیر تعداد حجاز و شام و بصرہ و کوفہ و مصر میں موجود تھی ان میں سے

وکلھم لم یخرج علی یزید لا وحدہ لا مع الحسین ولم یقاتلوا مع یزید الیضاً بل اعتزلوا ھذا الفتنۃ۔ (اتمام الوفا فی سیرۃ الخلفاء ص ۱۲۱) — کوئی بھی یزید کے خلاف نہ کھڑا ہوا نہ خود اور نہ حسینؓ کے ساتھ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا۔ بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔

ذیل میں ازواج مطہرات رسول اللہؐ، اصحاب عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب بیعت الرضوان اور دیگر صحابہ کرام کی فہرست مع مختصر حالات و سنین وفات حروف تہجی کے اعتبار سے درج ہے جو امیر یزیدؒ کی ولایت عہد کے زمانہ نیز زمانہ خلافت میں اور بعض ان کے عہد خلافت کے بعد تک بقید حیات تھے۔ ان میں سے کسی ایک صحابی کی کوئی مخالفت یا خروج کی موافقت کسی طرح ثابت نہیں۔

ازواج مطہرات امہات المومنین

۱	ام المومنین حضرت حفصہؓ	متوفی ۵۴ھ[1]	یعنی بزمانہ ولیعہدی	امیر یزیدؒ
۲	" " جویریہؓ	" ۵۶ھ	"	"
۳	" " عائشہ صدیقہؓ	" ۵۸ھ	"	"
۴	" " ام سلمہؓ	" ۵۹ھ	"	"
۵	" " میمونہؓ	" ۶۱ھ	"	"

[1] ام المومنین حضرت حفصہؓ کا سال وفات عام طور سے ۴۵ھ مشہور ہے، لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں، بخاری کی ایک روایت کے مضمون سے جہاں انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہدایت کی تھی کہ جلدی سے جائیں ایسا نہ ہو کہ نہ جانے سے افتراق کی کوئی شکل پیدا ہو جائے اور یہ بات کہنے کے لئے وہ غسل خانہ میں سے اتنی عجلت سے برآمد ہوئیں کہ بال بھی خشک نہ کر پائی تھیں۔ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ کو مدینہ ہی کی کسی مجلس میں بیعت کے لئے بلایا جا رہا تھا نہ سیکڑوں کوس دور دومۃ الجندل کے جلسہ کی شرکت کی غرض سے جیسا کہ عام طور سے کہا گیا ہے۔ حضرت موصوفہ کے سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ ۴۱ھ میں وفات پائی، دوسری یہ کہ ۴۵ھ میں فوت ہوئیں اور تیسری یہ کہ ۲۷ھ میں بزمانہ خلافت حضرت عثمانؓ انتقال ہوا۔ آخر الذکر روایت میں کہا گیا ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا اسی سال حضرت حفصہؓ کی وفات ہوئی مگر یہ شدید غلطی ہے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بلاد افریقہ میں جہادی سرگرمیاں شروع ہوئیں اور ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے عقبہ بن نافع الفہری کو فتح افریقہ کے لئے متعین کیا۔ انہوں نے بلاد افریقہ کو فتح کیا قیروان کا شہر بسایا اس سے دو سال بعد حضرت مروانؓ بن الحکم دوبارہ نائب مدینہ مقرر ہوئے اور یہ ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت حفصہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اس اعتبار سے وفات بجائے ۴۵ھ کے ۵۴ھ زیادہ قرین قیاس ہے واللہ اعلم۔ شاید چار اور پانچ کے ہندسوں کے تقدم و تاخر سے یہ غلطی ہوئی ہو۔

اصحاب عشرہ مبشرہ

عشرہ مبشرہ میں سے یہ دو جلیل القدر صحابی امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے زمانہ میں حیات تھے۔

۱۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ آپ اموی خاتون بنت طلیق بن سفیان بن امیہ بن عبد شمس کے فرزند، سیدہ آمنہ کے ابن عم، رشتہ میں رسول اللہؐ کے ماموں ہیں۔ بدری ہیں۔ جنگ احد میں ایک موقع پر جب آپ کفار پر تیر باری کر رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

ارم فداك ابی و امی وقال هذ اخالی فلیرنی امرؤ خاله (یعنی اے سعد، تیر پھینکے جاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان، نیز فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، اب لائے کوئی اپنا ایسا ماموں۔)

(المعارف ص۱۰۱ ابن قتیبہ)

سب غزوات نبوی میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں انجام دئے۔ فاتح ایران ہیں۔ اُن چھ اصحاب میں سے ہیں، جنہیں حضرت فاروق اعظمؓ نے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جو فتنے اٹھے اُن سے قطعاً علیحدہ رہے۔ حضرت علیؓ سے بیعت خلافت نہیں کی۔ جب حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے بیعت کرلی اور فتنہ دب گیا۔ حضرت سعدؓ بھی ان کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ امیر یزیدؒ کی ولایت عہد کی تحریک سے اختلاف نہیں کیا۔ اس کے پانچ سال بعد ۵۵ھ اور بروایت دیگر ۵۹ھ میں اسی سال سے زائد عمر میں فوت ہوتے۔ حضرت مروانؒ نے جو عامل مدینہ تھے نماز جنازہ پڑھائی۔ امیر عمر بن سعدؒ جو بزمانہ خروج حضرت حسینؓ صوبہ عراق کے امیر عسکر تھے ان ہی کے فرزند تھے۔

۲۔ سعید بن زیدؓ۔ آپ منجملہ اُن چند صحابہ کے ہیں جنہوں نے بعثت رسول اللہ صلعم کے بعد ہی اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے ابن عم بھی ہیں اور بہنوئی و برادر نسبتی بھی۔ حضرت عمرؓ کی بہن سیدہ فاطمہؓ جو اپنے نامور بھائی سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ایک روایت کے مطابق ان ہی کے گھر میں حضرت عمرؓ کو قرآن پاک کی آیات پڑھ کر دین حق سے رغبت پیدا ہوئی تھی حضرت سعیدؓ کی زوجہ تھیں اور اُن کی بہن سیدہ عاتکہ حضرت عمرؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں اِن کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے ہوا تھا ان کے غزوہ طائف میں شہید ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت سعیدؓ بدر سا اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے امیر یزیدؒ کی ولایت عہد کی تحریک کے کچھ عرصہ بعد ۵۱ھ میں مدینہ کے قریب مقام العقیق میں منزل آخرت طے کی، مدینہ میں مدفون ہوئے، ان کی ایک بیٹی حسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب کے

حبالہ عقد میں تھیں۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم)

اصحاب بدر

۱۔ ابو ایوب خالد بن زید الضاریؓ۔ صحابی جلیل و میزبان رسول اللہؐ بعد ہجرت مدینہ تشریف آوری کے موقعہ پر رسول اللہؐ نے کچھ دن ان ہی کے گھر قیام فرمایا تھا۔ بیعت عقبہ میں موجود اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ ۵۰ھ میں جب ان کی عمر اسی سال سے زائد تھی قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوئے۔ مجاہدین کے زمرہ میں سادات صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ نیز عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ بھی شامل تھے سپہ سالار لشکر امیر یزیدؒ کے ساتھ اس جہاد میں حجاز سے طویل سفر اختیار کر کے شریک ہوئی تھی، سیدنا ابو ایوب انصاریؓ بھی اس جماعت میں شامل تھے، عین موقع جہاد پر بعارضہ پیچش ان کو سفر آخرت پیش آ گیا۔ آپ نے سپہ سالار لشکر امیر یزیدؒ کو وصیت کی کہ رسول اللہ صلعم کی جو دو حدیثیں مجھ کو یاد آئیں انہیں امت کو پہنچا دیں۔ نیز یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو دشمن کی سرزمین پر جتنی دور لیجا سکو میرا جنازہ لیجا کر دفن کرنا۔ چنانچہ امیر یزیدؒ نے آپ کے حسب وصیت اس مقام پر جہاں آپ کا مزار اور عالیشان مسجد واقع ہے دفن کیا۔

تاریخ زوال روما الکبری کے مشہور مؤلف ایڈورڈ گبن نے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے ان محترم صحابی کے نماز جنازہ و تدفین کو رومی عیسائیوں نے دوران جنگ میں حیرت واستعجاب سے دیکھا تھا۔ سنہ وفات واقدی نے ۵۲ھ لکھا ہے اور محدث ابو زرعہ دمشقی نے ۵۵ھ بتایا ہے۔ ابن کثیر نے ۵۲ھ کے ذیل میں ان کی وفات لکھی ہے لیکن صحیح ۵۰ھ ہے، اس بنا پر نیز اس اعتبار سے کہ امیر یزیدؒ کو وہ عزیز رکھتے تھے ان کی قیادت میں دم واپسیں تک شریک جہاد رہے۔ ان کا تذکرہ اس فہرست میں درج کیا گیا ہے۔

۲۔ ابو اسید مالکؓ بن ربیعہ الضاری الساعدیؓ بدر، اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ فتح مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا اٹھائے ہوتے تھے۔ اٹھتر برس کی عمر میں بزمانہ خلافت امیر یزیدؒ ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ الاستیعاب و دیگر کتب سیر و رجال میں ہے کہ:۔

وهو آخر من مات من اهل بدر (یعنی اہل بدر میں سے ان کا انتقال سب سے بعد ہوا۔)

۳۔ ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی الحارثیؓ۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے، بدر اور دوسرے تمام غزوات میں بھی شریک رہے، فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی حارثہ کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔

سنہ ۵۳ھ میں وفات پائی۔ یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ۔ (ص ج البدایہ والنہایہ)

۴۔ ابو عبد اللہ انصاری السلمیؓ۔ نام جابر بن عتیک تھا۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ فتح مکہ کے دن اپنے قبیلہ انصار کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ بعض نے سنہ وفات سنہ ۶۱ھ لکھا ہے، یعنی امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں اور دوسروں نے اس سے بعد یعنی ۷۱ھ (البدایہ ص ۲۱۳ ج ۸)

۵۔ ابولبابہ انصاریؓ۔ نام بشیر تھا۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے، انہیں یہ امتیاز حاصل تھا کہ رسول اللہ صلعم نے نقیب بنا کر مدینہ بھیجا تھا۔ غزوۂ بدر میں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے، راستہ میں آپ نے ان کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کر کے واپس کیا اور مال غنیمت میں مجاہدین کا جس طرح حصہ لگایا گیا ان کا بھی لگایا گیا۔ فتح مکہ کے دن ان کے ہاتھ میں بھی جھنڈا تھا۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے سنہ ۵۰ھ کے بعد تک حیات رہے۔ عاش الی بعد الخمسین (الاصابہ) یعنی امیر یزیدؒ کے زمانۂ ولیعہدی میں انتقال ہوا۔

۶۔ ابو نملہ بن معاذ بن زرارہ انصاریؓ۔ بدر میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے، اس کے بعد کے غزوات میں بھی شریک رہے۔ امیر المومنین عبد الملک بن مروانؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ یعنی زمانہ ولیعہدی و خلافت امیر یزیدؒ میں حیات رہ کر اس کے چند سال بعد فوت ہوئے۔

۷۔ ارقم بن الارقم بن عبد مناف بن اسد مخزومیؓ۔ سابقون الاوّلون میں سے تھے اور اسلام لانے والوں میں ساتویں۔ ابتداءً ان کے ہی گھر رسول اللہ اجتماع فرمایا کرتے تھے۔ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ سنہ وفات ۵۵ھ ہے۔ بزمانۂ ولیعہدی امیر یزیدؒ۔

۸۔ جابر بن عبد اللہ بن عمرو انصاری [illegible] صحابی بن صحابی۔ ان کے والد نے غزوۂ بدر میں جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سترہ برس کی تھی۔ اپنے والد کے ساتھ موقع جنگ پر موجود تھے، اور تیر اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ نو عمری کی وجہ سے بعض اہل سیر نے اصحاب بدر میں ان کا شمار کرنے میں تامل کیا ہے۔ بیعت عقبہ میں بھی اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ مکثرین میں سے ہیں۔ یعنی حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ تمام غزوات نبویؐ میں شرکت کا موقع حاصل رہا۔ امیر یزیدؒ کے زمانۂ خلافت سے چار سال بعد (ص ج ۹ البدایہ) اور طبری و تاریخ بخاری کے مطابق اس کے بھی بعد فوت ہوئے۔ کان آخر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتا بالمدینۃ جابرؓ

یعنی مدینہ منورہ میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جن کا سب سے آخر میں انتقال ہوا، وہ حضرت جابرؓ تھے۔ (ص ۱۳۳ المعارف ابن قتیبہ)

۹۔ حارثہ بن النعمان بن نفیع انصاریؓ۔ بدر اور دیگر مشاہد میں موجود اور غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے۔ سنہ ۵۲ھ میں وفات پائی۔ یعنی اوّل زمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ میں۔ فضلائے صحابہ میں اُن کا شمار ہے۔

۱۰۔ ربیعہ بن کعب بن مالک ابو فراس اسلمیؓ۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے، کبھی جدا نہیں ہوتے تھے "لا یفارق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر ولا فی الحضر" سنہ ۶۳ھ میں بعہد خلافت امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔

۱۱۔ زید بن سہل ابو طلحہ انصاریؓ۔ بیعت عقبہ میں موجود، غزوۂ بدر میں شریک تھے اور دیگر غزوات میں جانبازی کے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ بڑے تیر انداز تھے۔ جنگ حنین میں جب قبیلہ ہوازن کے تیر انداز جو تیر اندازی میں مشہور تھے، تیر باری کر رہے تھے حضرت ابو طلحہ نے بیس کافروں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا کر ہلاک کیا تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ملک شام جا کر مقیم ہوئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے آخر زمانۂ خلافت میں مدینہ واپس آئے، جب حضرت موصوف نے اپنے آخر وقت چھ صحابہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا۔ حضرت ابو طلحہؓ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ انصار کے پچاس آدمیوں کو لے کر ان لوگوں پر متعیّن رہیں۔ شوریٰ میں اگر اختلاف پیدا ہو، چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو ان دو کی گردن مار دیں اور اگر برابر ہو تو اس فریق کو قتل کر دیں جس میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ شامل نہ ہوں اور اگر تین دن گزر جائیں اور یہ لوگ آپس کے شوریٰ سے کوئی فیصلہ نہ کر سکیں اور فتنہ کی صورت پیدا ہو تو ان سب کے سر اڑا دیں۔ مگر امت کی بہتری اور خوش قسمتی تھی کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے ایثار و تدبّر سے اختلاف کی صورت نہ پیدا ہوئی۔ حضرت عثمان ذی النورینؓ کا انتخاب بغیر کسی مخالفت کے ہو گیا۔ حضرت ابو طلحہؓ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد چالیس سال تک حیات رہے "عاش بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین سنۃ" (الاصابہ) گویا سنہ ۵۲ھ میں بزمانۂ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔ المدائنی نے سال وفات سنہ ۵۱ھ لکھا ہے (الاستیعاب)

۱۲۔ سائب بن خلاد ابو سہلہ انصاری خزرجیؓ۔ غزوۂ بدر اور بعد کے تمام دیگر غزوات

میں شریک رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد مبارک میں یمن کے والی بھی رہے ۱۷ھ میں لیعہد امیر المومنین عبد الملکؒ رحلت کی، یعنی امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت کے سات سال بعد۔

۱۳۔ **شداد بن اوس بن ثابت الانصاریؓ** حضرت حسان بن ثابت الانصاریؓ شاعرِ اسلام کے بھتیجے، غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ آخر زمانہ میں فلسطین میں سکونت اختیار کی تھی۔ ابو نعیم کا قول ہے کہ سنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ اور دوسری روایت کے مطابق امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت ۶۴ھ میں انتقال ہوا۔ بڑے بہادر اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ "وکان من رجال العرب جراۃً و نجدۃً" یعنی عرب کے شجیع و بہادروں میں ممتاز تھے۔ امام بخاری کے قول سے بدری تھے۔ دوسروں نے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

۱۴۔ **عتبان بن مالک بن عمرو الانصاری الخزرجیؓ**۔ جمہور کے نزدیک بدری ہیں۔ ابن اسحٰق نے ان کا ذکر اہل بدر میں نہیں کیا۔ صحیحین میں ان کی مرویات ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔ سنہ وفات ۵۱ھ ہے۔

۱۵۔ **عمرو بن امیہ الضمریؓ**۔ بدر اور دوسرے تمام غزوات میں شرکت کی۔ بعض نے کہا ہے کہ پہلا غزوہ جس میں وہ شریک ہوئے۔ بیر معونہ تھا۔ نبی کریم نے ان کو سلطان نجاشیؓ کے پاس اس غرض سے سفیر بنا کر بھیجا تھا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابو سفیانؓ کے تزویج کا اہتمام کرا کے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو جو ہجرت کر گئے تھے مدینہ لے آئیں۔ حضرت عمرو الضمری کا شمار اہل حجاز میں تھا۔ آنحضرت صلعم نے ان کو اس وقت جبکہ مکہ میں قحط پڑ گیا تھا، اہل مکہ کے لئے ہدیہ کے ساتھ ابو سفیان بن حرب کے پاس بھیجا تھا۔ "بعث رسول اللہ صلعم عمرو بن امیہ الضمری الی ابی سفیان بن حرب بھدیۃ الی مکۃ وھو معدود فی الحجاز۔" (ص ۵۲۳ ج ۲ الاستیعاب)، ان کی وفات کے بارے میں ایک روایت ہے کہ ۵۵ھ میں رحلت کی اور دوسری روایت کے مطابق امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت یعنی ۶۰ھ میں۔

۱۶۔ **عمرو بن عوفؓ**۔ قدیم الاسلام تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ قرآن شریف کی آیۃ "تولوا و اعینھم تفیض من الدمع" یعنی وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان پر گریہ طاری تھا کہا گیا ہے کہ ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت و بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۱۷۔ **کعب بن عمرو ابو الیسیر الانصاری السلمیؓ**۔ بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور بدر اور دیگر غزوات میں بھی۔ بہت لپستہ قد تھے۔ توند نکلی ہوئی تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عباسؓ کو جو بڑے دراز قد تھے، بدر میں انہوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔ مزاج میں ظرافت زیادہ تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ تجارتی سفر بھی کیا تھا۔ ۵۵ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔

۱۸۔ **نعمان بن عمرو بن رفاعہؓ**۔ بدر اور دیگر غزوات نبویؐ میں شریک رہے ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

اصحاب بیعت الرضوان

مندرجہ بالا بدری صحابہ کے علاوہ یہ صحابہ کرام بھی ہیں جنہوں نے ۶ھ میں درخت کے نیچے رسول اللہ صلعم سے اس وقت بیعت کی تھی جب سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے مکہ میں شہید ہو جانے کی خبر مشہور ہوئی تھی، جنہیں آنحضرت صلعم نے کفار قریش سے گفتگو کرنے کے لئے وہاں بھیجا تھا۔ یہ حضرات اصحاب الشجرہ بھی کہلاتے ہیں، ان ہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تھی، اور ان کو بشارت کامیابی دی گئی تھی اور ان ہی پر سکینۃ نازل کیا گیا تھا۔ "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا" ان میں سے سوائے ایک دو کے سب امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں اور اس کے بعد تک حیات تھے۔ اور سب نے امیر موصوف سے خلافت کی بیعت کی، بعض نے حضرت حسینؓ کو خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے سے روکا، منع کیا اور ان کے اقدام خروج کو امت میں تفرقہ ڈالنے سے تعبیر کیا۔

۱۔ **ابو ثعلبہ بن جرہمؓ**۔ بیعت الرضوان میں موجود اور غزوہ حنین میں شریک رہے، رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد ملک شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۷۵ھ میں رحلت کی۔ ان کے بھائی عمرو بن جرہم بھی صحابی تھے۔

۲۔ **ابو زمعہ البلویؓ**۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ حضرت معاویہ بن خدیج کے ساتھ افریقہ کے جہادوں میں شریک رہے۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں قیروان (مراقش) میں فوت ہوئے۔

۳۔ **ابو الضبیس الجہنیؓ**۔ واقدی کے قول کے مطابق بیعت الرضوان میں موجود تھے۔

آخر عہد خلافت حضرت معاویہؓ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۴۔ **ثابت** بن ضحاک انصاری خزرجیؓ۔ بخاری و ترمذی کی روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں شریک اور بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ یہ حدیث ان سے مروی ہے۔ من قذف مومنا بکفر فھو کقتلہ۔ یعنی جو شخص کسی مومن پر کفر کا اتہام لگاتے وہ خود ہی ایسا ہے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے آخری ایام میں ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

۵۔ **سلمہ** بن عمرو بن الاکوع بن سنان انصاریؓ۔ بڑے جانباز و شہسوار و تیرانداز تھے۔ ایک موقع پر ان کی انگلی زخمی ہوگئی تھی۔ اسے مخاطب کرکے یہ شعر کہا تھا ؎

هل انت الا اصبعٌ دميت ؛ و فی سبيل الله ما لقيت

یعنی تو محض ایک انگلی ہی تو ہے جو لہو لہان ہوتی۔ اللہ کی راہ میں ہی تو تجھے یہ حادثہ گزرا۔ کسی غزوہ میں نبی کریمؐ کی انگشت مبارک بھی زخمی ہوئی تھی تو آپ نے حضرت سلمہؓ کا یہی شعر پڑھا تھا (بخاری ج ۲ ص ۱۱)۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ کچھ عرصہ تک مدینہ منورہ کے مفتی بھی رہے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے تقریباً دس سال بعد ۷۴ھ میں رحلت کی۔

۶۔ **عائذ** بن ثعلبہ بن وبرہ البلویؓ۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ فتح مصر میں شریک رہے۔ ۵۳ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ جہاد روم میں شہادت پائی۔

۷۔ **عبد اللہ** بن ابی حدرد اسلمیؓ۔ صحابی بن صحابی۔ بیعت الرضوان میں موجود اور دیگر مشاہد میں شریک رہے۔ آنحضرتؐ نے دو مرتبہ سریہ پر متعین کیا تھا۔ بعمر ۸۱ سال ۷۱ھ میں فوت ہوئے۔ بعض نے ان کے فرزند القعقاع کو بھی صحابہ میں شمار کیا ہے۔

۸۔ **عبد اللہ** بن عمر فاروقؓ قرشی العدوی۔ صحابی بن صحابی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے قابل فرزند اور اپنے زمانہ کے امام الفقہاء غزوۂ بدر کے وقت پندرہ سولہ سال کی عمر تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے شرکت جنگ کی اجازت نہیں دی تھی۔ بعد کے اکثر غزوات میں شریک رہے۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے اور سب سے اول انہوں نے ہی بیعت کی تھی۔ جن صحابہ نے بیعت الرضوان کی تھی، ان کی تعداد ۱۴۱۵ تھی۔ وکان اول من بایع عبد الله بن عمرؓ (المعارف ابن قتیبہ ص۸۱)۔ بڑے عابد و زاہد، عالم و متقی بزرگ تھے۔ شہادت عثمانؓ کے بعد جو فتنے اٹھے ان سے قطعاً الگ تھلگ رہے۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت میں چونکہ قاتلین عثمانؓ پیش پیش تھے۔ انہوں نے بیعت نہیں کی۔ جب مسلمانوں کے دو متحارب جماعتوں میں صلح ہوگئی اور حضرت

حسنؓ کے بیعت حضرت معاویہؓ میں داخل ہوجانے کے بعد فتنہ جاتا رہا۔ حضرت عبد اللہؓ نے بھی جمہور مسلمین کا ساتھ دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت کی پھر جب امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کی تحریک ہوئی آپ نے تفرقہ کے بجائے اتحاد ملی کو ترجیح دی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کی نہ صرف بیعت کی بلکہ اس پر مستقیم رہے اور اپنے اہل خاندان کو بھی مستقیم رکھا۔ حضرت حسینؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کرنے سے منع کیا، اور جماعت مسلمین میں تفرقہ اندازی سے باز رکھنے پر نصیحتیں کیں۔ اور فرمایا، اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین (ص۱۹۱ ج ۷ طبری) سن عمر کے اعتبار سے حضرت ابن عمرؓ حضرت حسینؓ سے اٹھارہ انیس برس بڑے تھے۔ حضرت حسینؓ کے ساتھ کھیل کود کی فرمائش کی جو کہانی عوام میں مشہور ہے وہ محض لغو ہے۔ اہل مدینہ کے اقدام بغاوت کے سخت خلاف تھے۔ ابن زبیرؓ سے بیعت نہیں کی۔ امیر المومنین عبد الملک بن مروانؒ سے بیعت کی، اور ان ہی کے عہد مبارک یعنی ۷۴ھ میں رحلت کی۔ آپ کے بعض احوال اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں۔

۹۔ **عبد اللہ** بن مغفل المزنی۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اہل بصرہ کی دینی تعلیم کے لئے بصرہ بھیجا، وہیں سکونت اختیار کی۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت ۶۱ھ میں منزل آخرت طے کی۔

۱۰۔ **عبد اللہ** بن یزید حصین انصاریؓ۔ صحابی بن صحابی۔ کان قد شھد بیعت الرضوان وما بعدھا۔ (الاصابہ) یعنی بیعت الرضوان اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ کوفہ میں سکونت تھی۔ ابتداً حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت میں داخل ہوگئے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے زمانہ میں حیات تھے۔ اس کے پانچ چھ سال بعد فوت ہوئے۔ ان کے اخلاف میں مشہور محدث ابو موسیٰ اسحٰق ہوئے۔

۱۱۔ **علقمہ** بن خالد ابو عبد اللہؓ۔ بیعت الرضوان میں موجود اور دیگر مشاہد میں شریک رہے۔ سکونت کوفہ میں تھی اور وہاں جو صحابہ مقیم تھے۔ ان میں سے سب سے آخر میں بعمر زائد سو سال ۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب)

۱۲۔ **عمرو** بن الاخطب الانصاریؓ۔ نبی کریمؐ کے اکیس غزوات میں سے تیرہ میں شریک رہے۔ قیام بصرہ میں تھا۔ آنحضرت صلعم کی دعا کی برکت تھی کہ سو برس کی عمر میں بھی چہرہ

کی تا بانی بحال تھی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے زمانہ میں موجود تھے۔ اس کے چھ سال بعد رحلت کی۔

۱۳۔ فضالہ بن عبید الضاریؓ۔ غزوہ احد اور بعد کے دیگر غزوات میں شریک تھے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے۔ وہاں کے عہدہ قضا کی خدمات انجام دیں پھر جب امیر معاویہؓ نے ۴۸ھ میں رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ تو حضرت فضالہؓ ایک فوج کے سردار کی حیثیت سے اس میں شامل ہوئے۔ اناطولیہ کے علاقہ پر تسلط کر کے بزنطینی حکومت کے ایشیائی صدر مقام کلسیدان (CALCIDON) کو فتح کیا۔ بڑے عبادت گزار بزرگ تھے۔ ایک روایت کے مطابق آخر عہد خلافت حضرت امیر معاویہؓ میں دوسری روایت کے مطابق امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے چند سال بعد ۶۹ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۴۔ **مغیرہ** بن شعبہ بن عامر بن مسعود بن معتب الثقفیؓ۔ آنحضرتؐ کی پھوپی اُم عمرو بنت المقوم بن عبد المطلب کے پوتے اور آنحضرت صلعم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے داماد تھے۔ ایک زوجہ ان کی حضرت ابو سفیانؓ کی دختر آمنہ بھی تھیں ان کے بنو اعمام میں امیر الحجاج بن یوسف بن الحکم اور ان کے بھتیجے محمد بن القاسم بن محمد بن الحکم فاتح سندھ تھے سیدنا مغیرہؓ صحابی جلیل تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر اسلام لائے۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ عجمی دربار میں یہی سفیر ہو کر گئے تھے۔ اور رستم سے بھرے دربار میں اسلام کی برتری پر گفتگو کی تھی۔ یمامہ و یرموک و شام کے علاوہ ابتدائی فتوحات عجم قادسیہ و نہاوند میں شرکت کی اور کارہائے نمایاں انجام دئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے بصرہ کی حکومت پر فائز کیا۔ انہوں نے اہواز و ہمدان و ابرقیان و دست میسان وغیرہ مقامات فتح کئے۔ دیوان بصرہ اول اول انہوں نے ہی مرتب کیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے زیاد بن ابو سفیانؓ کو سب سے اول ان کا کاتب (سکریٹری) مقرر کیا تھا۔ بعد میں کوفہ کے عامل بھی رہے کہا جاتا ہے کہ کان المغیرۃ مطلاقاً یعنی مغیرہ بڑے طلاق دینے والوں میں سے تھے۔ اسّی نکاح کئے تھے۔ عقلائے عرب میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ خدمات ملیہ بہت سی انجام دیں۔ امیر یزیدؒ کی عمدہ صلاحیتوں کے اعتبار سے ان کی ولیعہدی کا مسئلہ سب سے پہلے انہوں نے ہی پیش کیا تھا۔ سال رحلت کے بارے میں اختلاف ہے ۴۹ھ اور ۵۰ھ بھی سال

وفات بتایا گیا ہے۔ عوانہ نے ہشام بن عبید کی سند سے ۵۱ھ لکھا ہے۔ (طبری ص۱۳۲ ج۶)

دیگر صحابہ کرامؓ

۱۔ **ابوارویٰ** الدوسی حجازیؓ۔ صحابی و راوی حدیث ہیں۔ حضرات شیخین السیدینؓ کے بارے میں آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد ان ہی سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ الذی ایدنی بھما (اللہ کا شکر ہے جس نے ان دونوں یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کے ذریعہ میری امداد کرائی) ذوالحلیفہ میں سکونت تھی۔ امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۲۔ **ابو امامہ الباہلیؓ**۔ نام نامی صدی بن عجلان تھا۔ راوی حدیث ہیں۔ قرآن پاک کی آیت فان اللہ ھو مولٰہ وجبرائیل وصالح المومنین کی تفسیر میں صالح المومنین سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ، بیان فرمایا کرتے تھے، ملک شام میں سکونت تھی وہیں خلافت امیر یزیدؒ کے چند سال بعد بعمر ۹۱ سال انتقال ہوا۔ وھو آخر من مات بالشام من اصحاب رسول اللہ (اصابہ) یعنی اصحاب رسول اللہؐ میں ملک شام میں جن کا انتقال ہوا۔ یہ سب سے آخری تھے۔

۳۔ **ابو برزۃ الاسلمیؓ**۔ فضلہ بن عبداللہ۔ نام تھا۔ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ خراسان کے جہادوں میں شرکت کی۔ کچھ عرصہ مرو میں بھی قیام رہا۔ پھر بصرہ آکر مقیم ہوئے وہیں حضرت معاویہؓ کی وفات سے کچھ قبل ۶۰ھ میں اور بقول دیگر امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے آخری سال ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بحالت غزا خراسان میں شہید ہوئے۔

۴۔ **ابو بشیر الضاریؓ**۔ متعدد سفروں میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل کیا۔ امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت میں بعد واقعہ حرّہ فوت ہوئے۔ (الاستیعاب)

۵۔ **ابو بکرہ الثقفیؓ**۔ غزوہ طائف کے ایام میں اسلام لائے۔ آنحضرت صلعم نے جب طائف کا محاصرہ کیا تو یہ اعلان کرا دیا تھا کہ جو عبد (غلام) ہمارے پاس چلا آئیگا، وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ چنانچہ ابو بکرہ جو عرب کے مشہور طبیب الحرث بن کلدہ بن عمرو بن علاج کے غلام مسروح کی اولاد کہے جاتے تھے، اور اس طبیب کی طرف منسوب ہو کر وہ ابو بکرہ بن الحرث بن کلدہ، مشہور تھے، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش

اسلام ہوئے، اور اس کے بعد سے ہمیشہ اپنے کو "مولائے رسول اللہ" کہا کرتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا جو امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم القتیبہ (المعارف صفحہ ۱۲۵) کے مطابق ایک عجمی خاتون اہالیان زندرود سے تھی، جسے شہنشاہ کسریٰ نے یمن کے بادشاہ ابی الخیر کو ہبہ کر دیا تھا۔ یہ بادشاہ جب ایران سے یمن جاتا ہوا طائف سے گزرا، یہاں بیمار پڑ گیا۔ الحرث بن کلدہ کے علاج معالجہ سے صحتیاب ہوا، اپنی کنیز سمیہ کو اس نے اس طبیب کو دے دیا طبیب خود عقیم (لاولد) تھا۔ اس کے غلام مسروح سے دو بیٹے نافع اور نفیع یعنی ابوبکرہ پیدا ہوئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسروح کے بعد سمیہ عہد جاہلیت میں سردار قریش ابوسفیانؓ بن حرب کے نکاح مقت میں آئی "نکاح مقت"، متعہ کی دوسری شکل تھی اس خاتون کے بطن سے زیاد بن ابوسفیانؓ پیدا ہوئے۔ ابوبکرہ نے بعد میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چالیس بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں پوتوں نواسوں کی تعداد اُن کی زندگی میں سَو سے زاید تھی۔ سب بیٹے لائق ہوئے، ان میں سے عبیداللہ بن ابی بکرہؓ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں سجستان کے والی رہے، دوسرے بیٹے عبداللہ بن ابی بکرہ پہلے شخص تھے جو قرآن شریف کی قرارۃ لحن کے ساتھ کرتے ان کے اخلاف میں عبداللہ بن عمر بن عبداللہ المذکور امیر المومنین ہارون الرشید عباسیؒ کے قاری تھے، اور اپنے اس جوہر کی وجہ سے معروف و مشہور تھے۔ ویعرف لبقاری امیر المومنین (المعارف صفحہ ۲۳۲) ابوبکرہؓ کا انتقال امیر یزید کی تحریک ولیعہدی کے بعد ۵۲ھ میں ہوا۔

۶۔ ابو جہم بن حذیفہ القرشیؓ۔ نام عبید اللہ، کنیت ابوجہم تھی، آنحضرت صلعم نے اُن کو حنین کے مال غنیمت پر اور اس کے بعد دیگر صدقات پر مقرر کیا تھا۔ علم انساب کے ماہر تھے، اور ان چند صحابہ میں سے تھے جنہوں نے خلیفہ شہید مظلوم حضرت عثمانؓ کے لاشہ کو دفن کیا تھا۔ ان کے ساتھ حکیم بن حزامؓ جبیر بن معطمؓ۔ نیار بن مکرمؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ بھی دفن میں شریک تھے۔ آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ میں اور دوسرے قول کے مطابق فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں فوت ہوئے۔

۷۔ ابو حثمہ انصاریؓ۔ جنگ احد میں راہبری کی خدمات انجام دیں۔ اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ و بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۸۔ ابو حدرد اسلمیؓ۔ نام سلامہ بن عمیر بن ابی سلمہ تھا۔ ان کو ان کے فرزند عبداللہ اور داماد کی بیٹی ام الدرداء الکبریٰ کو جو بڑی فاضلہ و عابدہ تھیں شرف صحابیت حاصل تھا۔ حضرت ابو حدردؓ نے طویل عمر پاکر آخر خلافت امیر معاویہؓ میں رحلت کی۔

۹۔ ابو سعید انصاریؓ۔ شرف صحابیت سے مشرف۔ خود بھی بڑے بہادر تھے، اور ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن بھی جو صحابیہ تھیں، ایسی نڈر اور بہادر خاتون تھیں کہ جنگ یرموک کے ایک موقع پر نو رومی کفار کو انہوں نے اپنے ڈنڈے سے ہلاک کیا تھا۔ حضرت ابو سعیدؓ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔

۱۰۔ ابو سعید بن المعلیؓ۔ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد ان سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انسانوں میں سے کسی کی صحبت اور مدد کا میں ممنون نہیں سوائے ابوبکرؓ کے۔ امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

۱۱۔ ابو سعید المقبریؓ۔ نام کیسان تھا۔ اور بنی لیث کے موالی میں سے تھے۔ بعض اہل سیر نے ان کا شمار تابعین میں کیا ہے۔ دوسروں نے صحابی بتایا ہے۔ خلیفہ الولید اموی کے زمانہ تک حیات رہے۔

۱۲۔ ابو سنان العبدیؓ۔ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ بڑے شریف اور وجیہہ تھے ۹۱ھ میں فوت ہوئے۔

۱۳۔ ابو شیبہ الخدریؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ قسطنطنیہ کے جہاد میں امیر یزیدؒ کے لشکر میں شامل تھے۔ وہیں منزل عقبیٰ طے کی۔ وفات سے پہلے لوگوں کو جو ان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ رسول صلعم کا یہ ارشاد سنایا۔ آپ نے فرمایا من شھد ان لا الٰہ الا اللہ مخلصاً بہا قلبہ دخل الجنۃ یعنی جس کسی نے خلوص قلب سے اس کی شہادت دی کہ اللہ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۱۴۔ ابو عامر الاشعریؓ۔ قبائل یمن سے جو صحابہ ملک شام میں جاکر مقیم ہوئے یہ بھی ان میں سے تھے، امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں فوت ہوئے۔

۱۵۔ ابو العالیہ الریاحیؒ۔ ابونعیم نے ان کو صحابی بتایا ہے۔ اور دوسروں نے کبار تابعی۔ یہ بھی کہا ہے کہ تابعین میں سب سے بڑے عالم قرآن تھے ۹۰ھ میں وفات پائی۔

١٦۔ **ابو عنبہ الخولانیؓ**۔ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قبلتین کی نمازیں پڑھنے کی سعادت پائی۔ ملک شام میں سکونت تھی۔ طویل عمر پا کر ١٠٨ھ میں فوت ہوئے۔

١٧۔ **ابو العیال بن ابی عتبہ الہذلیؓ**۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ خلافت فاروقی کے جہادوں میں حصہ لیا۔ مصر میں سکونت تھی۔ رومیوں کے خلاف امیر یزیدؒ کے ساتھ قسطنطنیہ کے جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ شاعر تھے، اور جہاد قسطنطنیہ کے بارے میں ایک قصیدہ لکھ کر امیر المومنین معاویہؓ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ (الاصابہ)

١٨۔ **ابو عیاش الزرقیؓ**۔ نام زید بن الصامت ہے۔ غزوہ احد اور دوسرے غزوات میں شرکت کی صلوٰۃ الخوف کے بارے میں حدیث ان سے مروی ہے ۵۱ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

١٩۔ **ابو الغادیہ الجہنیؓ**۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں موجود تھے اور آپ کے خطبہ حجۃ الوداع کے بعض فقرات ان سے مروی ہیں۔ خصوصاً آپ کا یہ ارشاد کہ لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض (یعنی خبردار! میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو) حضرت عثمانؓ کے خاص طرفداروں میں تھے عمر طویل پائی۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

٢٠۔ **ابو فراس الاسلمیؓ**۔ نام ربیعہ بن کعب ہے۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ بعض نے اہل بدر میں انکا شمار کیا ہے اسلئے دو جگہ نام درج ہوا

٢١۔ **ابو قتادہ بن ربعی الانصاریؓ**۔ بڑے شہسوار تھے، فارس رسول اللہ خطاب تھا۔ بدر کے سوائے دیگر تمام غزوات میں شریک رہے، حدیثوں کو کثرت سے روایت کرنے سے لوگوں کو منع کرتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلعم نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض نے ۳۸ھ بیان کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان کسی سال فوت ہوئے۔ چنانچہ بعض جگہ یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ مدینہ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب)

٢٢۔ **ابو قیس الجہنیؓ**۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے۔ آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ یعنی بزمانہ ولیعہدی یزید فوت ہوئے۔

٢٣۔ **ابو کاہل الاحمسیؓ**۔ راوی حدیث ہیں۔ کوفہ میں سکونت تھی۔ طویل عمر پا کر حجاج

بن یوسف ثقفی کے زمانہ میں وفات پائی۔

٢٤۔ **ابو لیلیٰ النابغہ الجعدیؓ**۔ شرف صحابیت سے مشرف تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم کو اپنا کچھ کلام سنایا۔ آپ نے سنکر فرمایا احسنت یا لیلیٰ۔ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے ایام میں فوت ہوئے۔

٢٥۔ **ابو محذورہ القرشی الجمحیؓ**۔ غزوہ حنین میں اسلام لائے۔ نبی صلعم نے موذن کی خدمت سپرد کی۔ بعد وفات رسول اللہ صلعم مکہ میں مقیم ہوتے۔ ان ہی کی نسل میں مسجد حرم کے موذن کا عہدہ متوارث رہا۔ ۵۹ھ میں وفات ہوئی۔

٢٦۔ **ابو ہریرہ الدوسیؓ**۔ نام ونسب عمیر بن عامر یا عبد اللہ بن عامر ہے۔ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ رسول اللہ کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر رہتے۔ حضرت عثمانؓ کا جب بلوائیوں نے محاصرہ کر رکھا تھا حضرت ابو ہریرہؓ مکان کی حفاظت کے لئے دروازہ پر مسلح موجود رہے۔ حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی۔ بہت سی حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ رحلت کی۔ ولید بن عتبہ بن ابو سفیانؓ عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امیر المومنین معاویہؓ نے ان کے پسماندگان کے لئے دس ہزار درہم عطیہ ارسال کیا۔

٢٧۔ ادہم بن محرز الباہلی ابو مالکؒ۔ جاہلیت و اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ معمر صحابہ میں ان کا شمار کیا گیا ہے۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے زمانہ تک حیات رہے۔

٢٨۔ ارطاۃ بن زفر المزنیؓ۔ ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا، اس لئے ارطاۃ بن سمیہ سے زیادہ مشہور تھے، انہوں نے بھی جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ شاعر بھی تھے۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔

٢٩۔ اسامہ بن زید بن حارثہ الکلبیؓ۔ حِب رسول اللہ یعنی رسول اللہ کے محبوب" کہلاتے تھے، آپ کے محبوب اور متبنیٰ حضرت زیدؓ کے اور آپ کی دایہ حضرت برکہ ام ایمنؓ کے لخت جگر تھے۔ بچپن سے ہی نبی صلعم کے آغوش محبت و دامن تربیت میں رہے۔ فتح مکہ کے دن آپ کی سواری پر آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ اور اسی حالت میں مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے کہ اسامہؓ کی عمر اس وقت بیس سال کے قریب تھی، آنحضرت صلعم نے انہیں اس فوج کا سردار مقرر کیا تھا، جو ان کے والد ماجد حضرت زیدؓ اور دیگر شہداء کے جنگ موتہ کا جن میں حضرت علیؓ کے بڑے بھائی جعفر طیارؓ بن ابی

طالب بھی شامل تھے، رومیوں سے بدلہ لینے کے لئے متعین ہوئی تھی۔ ابھی فوج کی روانگی نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلعم کی علالت نے شدت اختیار کی۔ آپ کی وفات اور تدفین کے بعد خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ اور اُسامہؓ نے یہ مہم کامیابی سے انجام دی اور اس کامیابی کا خاص اثر اہل ردہ پر بھی پڑا۔ چالیس روز کے بعد اُسامہ کا لشکر جب واپس مدینہ آگیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اُسامہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور بنفس نفیس مرتدین کے خلاف ذوالقصہ ہوتے ہوئے پرگنہ ربذہ کے مقام ابرق تک گئے، جہاں دشمن سے مقابلہ ہو کر فتح حاصل ہوئی۔ حضرت علیؓ بھی اس مہم میں خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو بھی اُسامہؓ سے بہت محبت تھی اور ان کی بڑی قدر کرتے۔ سلام کرتے تو یا ایہا الامیر فرماتے۔ یوں تو فتح خیبر کے بعد سے ہی ان کو وظیفہ ملتا تھا، مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے سنہ ۲۰ھ میں جب سالانہ وظائف مقرر کئے تو اسامہ کا چار ہزار درہم سالانہ وظیفہ اہل بدر کے برابر بوجہ اس محبت کے مقرر کیا جو آنحضرت صلعم کو ان سے تھی۔ قانون شریعت کے روبرو چھوٹے بڑے یا رشتہ ونسب کا مطلق کوئی امتیاز نہیں، اس کی ایک روشن مثال حضرت اُسامہؓ کے ایک واقعہ سے ملتی ہے۔ بخاری و دیگر کتب احادیث میں عروہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ کسی ایک موقع پر ایک عورت نے جس کا نام فاطمہ تھا سرقہ کا ارتکاب کیا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے حضرت اُسامہؓ کی خوشامد کی کہ رسول صلعم سے سفارش کریں کہ سزا میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اُسامہؓ نے اس بارہ میں جب عرض کیا آپ کا چہرہ ناگواری سے متغیر ہو گیا اور فرمایا کیا تم حدود اللہ میں مجھ کو روکنا چاہتے ہو پھر نماز عشاء کے بعد آپ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا:۔

اما بعد فانما ھلک الناس قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ و اذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد۔ والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔

لوگو یاد رکھو تم سے پہلے کے لوگ یوں ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ضعیف چوری کرتا اسے سزا دیتے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اُسامہؓ کو حضرت عثمان غنیؓ نے سنہ ۳۲ھ میں بصرہ بھیجا تھا کہ وہاں کے حالات کی تحقیق

کرکے رپورٹ دیں، انہوں نے وہاں کے انتظام میں کوئی خرابی نہیں پائی۔ خلیفہ شہید مظلوم کی شہادت کے بعد چونکہ قاتلین حضرت علیؓ کی بیعت خلافت میں پیش پیش تھے۔ حضرت اُسامہؓ نے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنے خیال کا اظہار بھی کر دیا جس پر سپاہی لیڈر مالک الاشتر نے ان پر حملہ بھی کیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بچا لیا۔ اس کے بعد وہ وادی القریٰ میں مقیم ہو گئے۔ پھر کچھ دن بعد حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے۔ تمام فتنوں سے الگ رہے۔ ان کی سیاسی زندگی بے داغ رہی۔ آخر میں ملک شام سے واپس مدینہ منورہ آگئے تھے۔ مقام جرف میں سنہ ۵۴ھ یا ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزید فوت ہوئے۔ ان کی ایک زوجہ آنحضرت صلعم کی چچیری بہن سیدہ درہ بنت ابی لہب بن عبد المطلب تھیں (ص ۴۵ کتاب المحبر) جو الحارث بن عامر اور حضرت دحیہؓ کلبی کے بعد ان کے عقد میں آئیں۔ حضرت اسامہ کے تین بیٹے محمد و حسن و زید تھے۔ جن کی نسل میں متعدد محدثین ہوئے۔

۳۰۔ اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمیؓ۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے اور خدمت کرتے، آپ کی وفات کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں امیر زیاد بن ابی سفیانؓ کے عہد حکومت میں اور ابن سعد کے قول کے مطابق اس کے بعد فوت ہوئے۔

۳۱۔ اسماء بن خارجہ بن حصین الفزاری ابو حسان الکوفیؓ۔ اپنے والد اور چچا کے ساتھ ان کو بھی شرف صحبت حاصل تھا۔ ابن حبان نے سنہ وفات ۶۵ھ تحریر کیا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امیر المومنین عبد الملکؒ کے ایام خلافت میں ان کے پاس گئے خلیفہ نے ان کا اکرام کیا ان ہی کے عہد میں وفات پائی۔

۳۲۔ اسلم مولیٰ عمرؓ۔ نبی صلعم کے دو سفروں میں ساتھ رہے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو آزاد کر دیا۔ ایک سو چودہ برس کی طویل عمر میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزید انتقال ہوا۔ امیر مدینہ حضرت مروانؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۳۳۔ الاسود بن ہلال المحاربی ابو سلام الکوفیؒ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ صحیحین میں ان کی مرویات ہیں۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ میں اور دوسری روایت کے مطابق سنہ ۸۴ھ میں فوت ہوئے۔

۳۴۔ الاسود بن یزید بن قیس النخعی ابو عمروؒ۔ ادرک النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلماً۔ ان کی یہ خصوصیت تھی کہ متواتر روزے رکھا کرتے تھے۔ ۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

۳۵۔ اسید بن احیحہ بن امیہ القرشی الجمحی۔ فتح مکہ میں اسلام لائے اور شرف صحبت سے مشرف ہوئے۔ ان کے بیٹے ابو ریحان تھے جو امیر معاویہؓ کے اصحاب خاص میں سے تھے۔ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے علیحدہ ہو کر شام چلے گئے تھے اور امیر یزیدؒ کی فوج کے ساتھ مکہ معظمہ واپس آئے تھے۔ حضرت اسیدؓ کی وفات آخر عہد امیر معاویہ میں ہوئی۔

۳۶۔ اُسید بن ظہیر بن رافع الانصاری الحارثیؓ صحابی بن صحابی۔ جنگ احد میں کمسنی کی بناء پر شریک نہ کئے گئے، دیگر غزوات میں شریک رہے۔ صحاح میں ان کی مرویات ہیں۔ امیرالمومنین عبدالملکؒ کے عہد میں فوت ہوئے۔

۳۷۔ اسیر بن عمرو الکندیؒ۔ بعض نے ان کا نام "یسیر" یائے تحتانیہ سے لکھا ہے۔ ان کی ولادت ہجرت کے سال ہوئی تھی اور انتقال امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں ہوا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ تک حیات رہے۔

۳۸۔ انس بن مالک الکعبیؓ ابو امیہ۔ سکونت بصرہ میں تھی۔ عبیداللہ بن زیاد کے عہد میں موجود تھے۔ ان سے ابن زیاد نے ایک حدیث کی روایت بھی کی ہے۔

۳۹۔ انس بن مالک انصاری خزرجیؓ۔ ان کی والدہ معظمہ ام سلیمؓ جو عبدالمطلب کی والدہ کے قبیلہ بنی النجار سے ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کی رشتہ کی خالہ ہوتی تھیں وہ عقبہ ثانیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئی تھیں۔ حضرت انسؓ کی عمر کوئی دس برس کی تھی جب آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت ابو طلحہؓ ان کے سوتیلے باپ ان کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اس طرح ان کو دس برس تک آپ کی قربت اور شفقت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حدیبیہ اور اس کے بعد کے غزوات میں موجود تھے، ایک قول کے مطابق بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فقہ کی تعلیم دینے کی غرض سے ایک جماعت کے ساتھ ان کو بصرہ بھیج دیا تھا وہیں سکونت اختیار کرلی۔ اور عجم کی فتوحات میں بھی حصہ لیا۔ رسول اللہ صلعم نے تکثیر مال و اولاد کی

دعا دی تھی۔ اس دعا کی برکت تھی کہ انصار میں ان کے برابر اور کوئی متمول نہ تھا۔ اسی بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ وقت وفات بیٹے پوتوں پوتیوں کی تعداد ایک سو تھی۔ خانہ جنگیوں اور فتنوں سے الگ رہے اور جماعت سے وابستہ۔ خلیفہ الولید بن عبدالملکؒ کے عہد میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۴۰۔ اوسؓ بن حذیفہ الثقفیؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ ملک شام میں سکونت تھی۔ ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۴۱۔ اوسؓ بن ضمعج حضرمیؓ۔ بعض نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور بعض نے تابعین میں۔ ۷۳ھ میں وفات ہوئی۔

۴۲۔ اہبان بن صیفی غفاریؓ۔ کنیت ابو مسلم، ابوذر غفاری کے بھانجے، بصرہ میں ساکن تھے۔ ان کی بیٹی عدیسہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ ہمارے گھر آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر میرے والد کو پوچھا کہ یہاں ابو مسلم ہیں، میں نے کہا کہ ہیں، پھر انہوں نے میرے والد سے ملاقات کی اور کہا کہ ابو مسلم! تم کو کیا چیز مانع ہے کہ تم اس کام میں (یعنی صفین کی خانہ جنگی میں) کچھ حصہ نہیں لیتے اور ہمارا ہاتھ نہیں بٹاتے۔ میرے والد نے جواب دیا کہ ایک وصیت میرے خلیل کی ہے۔ وہ مجھے اس بات سے مانع ہے۔ آنحضرت صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ جب فتنہ کا زمانہ ہو تو تم لکڑی کی تلوار بنا لینا، چنانچہ میں نے لکڑی کی تلوار بنا لی ہے۔ وہ لٹکی ہوئی ہے۔ انہوں نے نہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ حضرت معاویہؓ کا۔ فتنوں سے الگ رہے۔ آخر عہد خلافت معاویہؓ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۴۳۔ البراء بن عازب بن الحارث انصاریؓ۔ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی تھے۔ بدر کے سوائے دیگر اکثر غزوات میں شرکت کی۔ عجم کی فتوحات میں بھی حصہ لیا۔ سکونت کوفہ میں تھی۔ وہیں امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد انتقال ہوا۔ بعض نے سنہ وفات ۷۲ھ بتایا ہے۔

۴۴۔ بریدہ بن الحصیب الاسلمیؓ۔ قبیلہ اسلم کے سردار تھے۔ جنگ احد کے بعد سترہ غزوات میں شریک رہے۔ خلافت عثمانی میں خراسان میں جہاد کیا۔ مرو میں سکونت اختیار کی جہاں ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور سلیمان کی نسل باقی رہی۔ یہ دونوں بھائی ایک ہی دن

میں توام پیدا ہوتے تھے۔ اور عجیب بات ان کے بارے میں یہ ہے کہ بڑھاپے میں جب دارِ فانی سے رخصت ہوئے تو دونوں کا انتقال بھی ایک ہی وقت میں ہوا۔ حضرت بریدہؓ نے امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں انتقال کیا۔ مات بریدہؓ فی خلافۃ یزید بن معاویہ

(المعارف ابن قتیبہ)

۴۵۔ بُسر بن ارطاۃ القرشی العامریؓ۔ ابو عبدالرحمٰن۔ صحابۂ صغار میں سے تھے۔ جنادہ بن امیہؓ کی ایک حدیث باسناد قوی ان سے مروی ہے کہ بحری سفر کے ایام میں ایک چور لایا گیا، انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ لاتقطع الایدی فی السفر یعنی بحالت سفر (چور کے) ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ حضرت بسر امیرالمومنین معاویہؓ کے بڑے کارگذار جنرل اور امیرالبحر تھے، خلافت عثمانی کے ایام میں جب امیر معاویہؓ نے رومیوں کے خلاف پہلا بحری حملہ کیا تھا، اس وقت بھی یہی امیرالبحر تھے۔ اس بحری معرکہ میں قیصر روم قسطنطین دوم (CONSTANS II) کے بیڑہ جہازات کو جس کی وہ خود کمان کر رہا تھا، ایسی زبردست شکست ہوئی تھی کہ یہ رومی بیڑہ بالکل تباہ ہو گیا تھا، بیس ہزار کے قریب رومی سپاہ ہلاک ہوئے تھے۔ خلافت امیر یزیدؒ نیز اس کے بعد دوسرے بڑے بڑے معرکوں میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ امیرالمومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

۴۶۔ بشر بن عاصم بن سفیان الثقفیؓ بڑے محتاط صحابی تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے قبیلہ ہوازن پہ عامل مقرر کرنا چاہا قبول نہ کیا اور آنحضرت صلعم کی ایک حدیث سنائی کہ ظالم عامل کو دوزخ کی آگ سے سابقہ پڑے گا۔ عمر بہت لمبی ہوئی سنہ ایک سو ہجری کے قریب وفات پائی۔

۴۷۔ بشیر بن عامر بن مالک العامری، ابو عمرؓ۔ شرف صحابیت حاصل تھا۔ ان کی ایک بیٹی حضرت مروانؓ کے عقد میں تھیں جن کے بطن سے بشر بن مروانؒ پیدا ہوئے، جن کا نام نانا کے نام پہ بشر رکھا گیا تھا وہ کچھ عرصہ حاکم کوفہ بھی رہے تھے۔ حضرت بشر کی وفات امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں ہوئی۔

۴۸۔ بشیر بن عامر بن مالک بن جعفرؓ۔ ان کے والد بھی صحابی تھے اور ان کو بھی یہ شرف حاصل تھا۔ حضرت لبید بن ربیعہ صحابی اور شاعر کے ابن عم تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے خلافت آل مروانؓ کی خدمات انجام دیں، آخر عہد امیر معاویہؓ بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ حلف کی

۴۹۔ بشیر بن عمروؓ ہجرت کے سال ولادت ہوئی۔ رسول اللہ صلعم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

۵۰۔ بشیر بن عبید بن اوس انصاریؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے، ان کے والد نے یوم یمامہ میں درجہ شہادت حاصل کیا اور یہ یوم حرہ میں قتل ہوئے۔

۵۱۔ بلال بن الحرثؓ، ابو عبدالرحمٰن۔ رسول اللہ صلعم نے قبیلہ مزینہ کے معادن ان کو عطا فرمائے تھے۔ امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵۲۔ ثعلبہ بن الحکم اللیثیؓ قال البخاری لہ صحبۃ۔ عہد نبوت میں جوان تھے ۶۰ھ اور ۷۰ھ کے درمیان فوت ہوئے۔

۵۳۔ ثوبان بن مجددؓ عربی الاصل تھے جنگی قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئے۔ آنحضرت صلعم نے آزاد کر دیا۔ یہ برابر سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کی یہ خصوصیت تھی کہ کبھی کسی شخص سے کسی شے کے طالب نہ ہوئے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد ملک شام میں حمص کے مقام پر سکونت اختیار کی اور وہیں ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ منزل عقبیٰ طے کی۔

۵۴۔ جابر بن سمرہ بن جنادہ العامریؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ جابرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھانجے صنادید قریش سے تھے۔ نبی صلعم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے۔ دو ہزار سے زیادہ نمازیں آپ کی اقتداء میں ادا کیں آخر میں کوفہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں بشر بن مروانؒ کے ایام حکومت میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔

۵۵۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ۔ صحابی بن صحابی۔ بیعت عقبہ میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ ۷۸ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۸۰ھ میں بعمر چورانوے سال وفات پائی۔

۵۶۔ جابر عبداللہ قبطیؓ۔ ام المومنین ماریہ قبطیہؓ کے ساتھ سلطان نجاشی کی جانب سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور پھر یہیں رہ پڑے ۶۳ھ میں بزمانہ خلافت امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔

۵۷۔ جبیر بن مطعم بن عدی القرشیؓ۔ ان کے والد مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بڑے کریم النفس تھے اور وہ یہی تھے جنہوں نے رسول اللہ صلعم کو اس وقت اپنے

جوار میں لیا تھا۔ جب آپ طائف کے سفر سے واپس آتے ہیں اور آپ کے بدبخت مخالف چچا ابولہب نے جو سردار قبیلہ تھا اپنے جوار سے الگ کر دیا تھا۔ حضرت جبیرؓ اکابر قریش سے تھے، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے۔ علم انساب کے عالم تھے اور اس علم میں سیدنا ابوبکر الصدیقؓ سے استفادہ کیا تھا۔ صحیح بخاری کی یہ حدیث ان سے مروی ہے کہ ایک خاتون آنحضرت صلعم کی خدمت میں کسی کام کی غرض سے حاضر ہوئی۔ آپ نے ہدایت فرمائی کہ کچھ عرصہ بعد پھر آئے۔ اس نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوئی اور آپ کو نہ پایا یعنی آپ کی وفات ہو گئی تو کیا کروں آپ نے ارشاد فرمایا ان لم تجدلنی فاتی ابابکر یعنی اگر مجھ کو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔ حضرت جبیرؓ ان چند صحابہ میں سے تھے جنہوں نے خلیفہ شہید مظلوم سیدنا عثمانؓ کے دفن میں شرکت کی تھی۔ ۵۷ھ میں اور دوسرے قول کے مطابق امیر یزید کے عہد خلافت کے بعد وفات ہوئی۔

۵۸۔ جبیر بن نفیر بن مالک الحضرمیؒ ابوعبدالرحمٰن۔ راوی حدیث ہیں۔ علمائے شام میں ان کا شمار ہے۔ ۷۵ھ میں وفات ہوئی۔

۵۹۔ جرہد بن خویلد مدنیؓ۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ حدیث کے راوی ہیں۔ بزمانہ خلافت امیر یزید ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔

۶۰۔ جریر بن عبداللہ البجلیؓ۔ نزول سورۃ المائدہ کے بعد ۱۰ھ میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ اپنی قوم کے اکابر میں سے تھے۔ جس وقت حاضر خدمت ہوئے آنحضرت صلعم نے کرم نوازی سے اپنی چادر ان کے لئے بچھا دی اور فرمایا، اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ۔ آنحضرت صلعم نے ان کو ذی الکلاع و ذی عمرو کے پاس یمن بھیجا تھا۔ ذی عمرو نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ خلافت عثمانی میں ہمدان کے عامل رہے، نہایت حسین و جمیل تھے۔ ان کی خوبصورتی کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظمؓ ان کو یوسف ھذہ الامۃ فرمایا کرتے تھے۔ یہ حدیث ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، جس وقت تک خلافت اجماع کے ذریعہ ہوگی اور تلوار نہ چلے گی، مسلمان بخیر رہیں گے۔ ایام فتنہ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین قاصد کی خدمت انجام دی حضرت علیؓ کا پیغام جب حضرت معاویہؓ کے پاس لے کر گئے تھے اور وہاں سے واپسی پر قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے بارے میں ان کا مطالبہ پیش کیا تھا سبائی لیڈر الاشتر نے ان کی سخت ترین مخالفت کی۔ مصالحانہ کوششوں کی ناکامیابی سے متاثر ہو کر خانہ نشین ہو گئے ۵۴ھ

میں فوت ہوئے۔ ان کی بیٹی حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ کی ایک زوجہ تھیں۔

۶۱۔ جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ۔ نسبی رشتہ آنحضرت صلعم کے بھتیجے تھے، ان کے والد ابوسفیانؓ ہاشمی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ اور یہ بھی اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، جنگ حنین میں ثابت قدم رہے، ۵۱ھ میں بزمانہ ولیعہد امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۶۲۔ جنادہ بن ابی امیہ الازدیؒ۔ راوی حدیث ہیں، بعض نے ان کا شمار تابعین میں کیا ہے، فتح مصر میں شریک تھے۔ آخر میں ملک شام میں سکونت اختیار کی اور وہیں امیر یزیدؒ کی خلافت کے تین سال بعد ۶۷ھ میں وفات پائی۔

۶۳۔ جنادہ بن امیہ بن مالک الدوسیؓ۔ یہ اپنے ہمنام کے علاوہ ہیں، اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے اصحاب خاص میں سے تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ امیر یزیدؒ کی عہد خلافت کے کچھ عرصہ بعد اور بقول دیگر ۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

۶۴۔ جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلیؓ۔ راوی حدیث ہیں، ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبروں کی تعظیم کرنے کی سختی کے ساتھ مخالفت فرمائی ہے۔ اول کوفہ میں رہتے تھے، پھر بصرہ چلے گئے۔ فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں حیات تھے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکوں کی طرف بھیجا تھا۔ جب وہ مقابل ہوئے مشرکوں میں سے ایک شخص تھا جس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے موقع پا کر اس پر تلوار اٹھائی، اس نے اپنے بچاؤ کے خاطر کلمہ طیبہ پڑھا مگر اسامہؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کا حال جب آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا آپؐ نے اسامہؓ سے دریافت کیا، انہوں نے عرض کیا کہ مقتول نے تلوار کا وار دیکھ کر کلمہ پڑھ دیا تھا، اس جواب پر آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ کل قیامت کے دن وہ شخص ہو کر آئے گا تو لا الٰہ الا اللہ کا تم پھر کیا جواب دو گے، لوگوں کے دل چیر کر نہیں دیکھے جاتے۔ یہ حضرت جندبؓ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اب فتنہ کھڑا ہو گیا ہے، تم اپنے گھروں میں گھس جاؤ، لوگوں نے پوچھا اگر وہاں بھی آ جائے، انہوں نے کہا اپنی کوٹھریوں میں چھپ جاؤ اور وہاں بھی آ جائے تو بندۂ مقتول بنو بندۂ قاتل نہ بنو کیونکہ یہی نصیحت رسول اللہؐ نے امت کو فرمائی ہے۔ ایک قول کے مطابق خلافت امیر یزیدؒ کے چند سال بعد ۶۹ھ ہجری میں انتقال ہوا

۶۵۔ حارث بن اوس بن المعلی الانصاری، ابوسعدؓ۔ طبری نے اپنے ذیل میں بزمرہ صحابہ

ان کے ذکر میں سال وفات ۹۴ھ لکھا ہے۔

۶۶۔ حارث بن سوید التیمیؓ، ابو عائشہ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا اور نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت بھی پائی، ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

۶۷۔ حارث بن عمرو بن غزیہ مزنیؓ۔ متعہ کی حرمت میں حدیث کی روایت ان سے ہے ۶۰ھ سنہ وفات ہے۔

۶۸۔ حارث بن عوف بن اسیدؓ، ابو واقد لیثی۔ قدیم الاسلام تھے، بعض نے کہا ہے کہ اصحاب بدر سے ہیں، فتح مکہ کے دن بنی لیث کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے دو سال بعد ۶۶ھ میں فوت ہوئے۔

۶۹۔ حارث بن نفیع بن معلی انصاریؓ، ابو سعید۔ جماعت سے وابستہ اور فتنوں سے الگ رہے، وہ جوان کے ہمنام بدر میں شہید ہوئے دوسرے ہیں۔ ان کا انتقال امیر یزیدؒ کی خلافت کے آخر میں ۶۴ھ میں ہوا۔

۷۰۔ حارثہ بن بدر بن حصین التیمیؓ۔ ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم (الاصابہ) اسلامی فتوحات میں حصہ لیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ نیز حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور امیر یزیدؒ کی صحبتوں میں ان کے ذکر اذکار رہیں۔ آخر عہد خلافت امیر یزیدؒ ۶۴ھ میں وفات پائی —

۷۱۔ حسان بن ثابت الانصاریؓ۔ صحابی جلیل وشاعر اسلام، کفار قریش کے ہجویہ کلام کا جواب سیف زبان سے دیتے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ان کے بارے میں ہے وقد جاھد مع رسول اللہ بنفسہ ولسانہ۔ یعنی اپنی ذات اور اپنی زبان سے رسول اللہ کے ساتھ جہاد میں سرگرم رہے۔ ان کا مطبوعہ دیوان موجود ہے۔ مدح اور مرثیے میں بھی کلام کا ایک حصہ ہے۔ خلیفہ شہید و مظلوم سیدنا عثمانؓ کی حفاظت کے لئے مسلح ہو کر بلوائیوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ سیدنا عثمانؓ کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر لگاتے تھے۔ ان کا دردناک مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر:

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ ؛ یقطع اللیل تسبیحا وقرآنا

یعنی لوگوں نے اس کچے پکے بالوں والے کی قربانی کردی ؛ جس کی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح وقرآن خوانی میں گذارتا تھا۔

امام اول وخلیفہ رسول اللہ، حضرت ابو بکر الصدیقؓ کی مدح میں چند شعر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر سناتے تھے، اس پر آپ نے فرمایا تھا حسان! تم نے خوب کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے کہا، ایک شعر یہ تھا:

وکان حب رسول اللہ قد علموا ؛ خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا

یہ جان لو کہ وہ (ابو بکرؓ) رسولؐ کے محبوب ہیں ؛ اور کوئی شخص بھی لوگوں میں سے ان کے مرتبہ کا نہیں۔

ان کی اور ان کے باپ دادا کی عمریں طویل ہوتیں۔ امیر یزیدؒ کے ایام ولیعہدی ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

۷۲۔ حصین بن الحرؓ۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں نواحی حیرہ کے عامل رہے حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے میسان کا عامل مقرر کیا۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ تک حیات رہے —

۷۳۔ حصین بن نمیر السکونی الکندیؓ۔ حضرت معاویہ بن خدیج الکندی کے بنو اعمام میں تھے، سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں الاردن کے عامل رہے۔ کتاب تجارب الامم اور التنبیہ والاشراف میں نحو کا تبان رسول اور خاص کر المدانیات والمعاملات کے کاتبین میں شمار کیا گیا ہے (ص ۲۸۳ التنبیہ) مدینہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے امیر المومنین یزیدؒ نے جو لشکر بھیجا تھا، اس کے افسر یہ صحابی بھی تھے، امیر مسلم بن عقبہ کے فوت ہو جانے پر لشکر کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی، مکہ معظمہ کا حصار ان کی سرکردگی میں کیا گیا تھا۔ جو امیر یزیدؒ کی وفات کی خبر آنے پر اٹھا لیا گیا تھا۔ حضرت ابن الزبیرؓ سے انہوں نے کہا تھا کہ میرے ساتھ ملک شام کو کہ مستقر خلافت ہے چلئے ہم سب اب آپ کی بیعت خلافت کرنے کو آمادہ ہیں، مگر ابن زبیرؓ نے یہ پیشکش قبول نہ کی حضرت حصینؓ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے، ان کے فرزند یزید بن حصینؓ اور پوتے معاویہ بن یزید بن حصینؓ بھی اپنے اپنے زمانہ میں حمص کے گورنر رہے۔

۷۴۔ الحکم بن عمرو بن مجدع غفاریؓ۔ امیر المومنین معاویہؓ کے عہد خلافت اور امیر زیاد بن ابو سفیانؓ کے زمانہ ایالت میں کچھ عرصہ خراسان کے عامل رہے، ۵۱ھ میں بمقام مرو فوت ہوئے۔

۷۵۔ الحکیم بن حزام بن خویلد اسدیؓ۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے قریش کے متمول شخص تھے، انہوں نے ہی حضرت زید بن حارثہؓ کو جو ایک حادثہ میں پکڑ لئے گئے تھے خرید کر اپنی پھوپھی کی خدمت میں پیش کیا تھا اور انہوں نے آنحضرتؐ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ کر لیا۔ حضرت الحکیمؓ کو رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ اسلام لانے سے پہلے سے آپ

کی خدمت میں سرگرم تھے۔ قریش نے جب بنی ہاشم کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کر رکھا تھا یہی تھے جو خورد و نوش اور دیگر ضروریات کی چیزیں آپ کی خدمت میں پہنچاتے رہتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوتے اور ایک سو بیس برس کی طویل عمر پا کر ۵۴ھ میں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ صرف یہی ایک قریشی تھے جو جوف کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی والدہ بتوں کی پوجا کرنے خانہ کعبہ میں جو اس وقت بت خانہ بنا ہوا تھا گئی ہوئی تھیں کہ یکایک دردزہ ہو کر وہیں وضع حمل ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ ص۶۸ ج۸)

وحکیم بن حزام ولد فی الکعبة وذلک ان امه دخلت الکعبة وهی حامل به فضربها المخاض فیها فولدته هناک۔ (کتاب المحبر ص۱۷۸)	اور حکیم بن حزام کعبہ میں پیدا ہوئے اور یہ اس لئے کہ ان کی والدہ کعبہ میں گئیں وہ حاملہ تھیں، وہیں ان کے دردزہ ہو پڑا اور وہیں پیدا ہوئے۔

حضرت الحکیمؓ کے ایک بیٹے ہشامؓ بھی صحابی تھے، جو ام المومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہو کر مقتول ہوتے تھے۔ دوسرے بیٹے عثمان تھے جن کی زوجہ رملہ بنت الزبیر بن العوام تھیں، جو ان کے بعد امیر المومنین یزید بن معاویہؓ کے صاحبزادہ خالد بن یزیدؒ کے عقد میں آئیں۔ ان رملہ کے بیٹے عبد اللہ بن عثمان بن الحکیم اسدی تھے جن کی زوجیت میں حضرت حسین بن علیؓ کے صاحبزادی سکینہ بنت الحسینؓ تھیں، ان کے بطن سے عبد اللہ بن عثمان بن الحکیم اسدی مذکور کے ایک بیٹے عثمان بن عبد اللہ ہوئے، ان کا لقب بروایت ابن حزمؒ مزیق تھا اور ابن قتیبہ نے "قرین" لکھا ہے۔ حضرت حسین بن علیؓ کے ان اسدی نواسہ سے سلسلہ نسب باقی رہا۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۱۱۳)

۷۶۔ **حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ**۔ بڑے عبادت گزار و صائم الدہر تھے۔ فتوحات شام میں شرکت کی۔ امیر یزیدؒ کے اوّل عہد خلافت ۶۱ھ میں رحلت کی۔

۷۷۔ **حویطب بن عبد العزیٰ العامریؓ**۔ صحابی جلیل، غزوہ حنین میں موجود اور خلیفہ مظلوم و شہید سیدنا عثمانؓ کی تدفین میں شریک تھے۔ ایک سو بیس برس کی طویل عمر پا کر ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔ ان کی اولاد میں عبد الکریم بن محمد بن عبد الرحمٰن بن حویطبؓ بڑے پایہ کے محدث ہوئے۔

۷۸۔ **حیدہ بن معاویہ القشیریؓ**۔ ان کے بیٹے کا نام بھی معاویہ تھا اور باپ بیٹے دونوں کو شرف صحابیت حاصل تھا۔ له ولابنه معاویة بن حیدة صحبة (الاصابہ) عمر طویل ہوئی۔ بشر بن مروانؒ کے زمانہ ولایت عراق میں انتقال ہوا۔

۷۹۔ **خویلد بن عمرو کعبی الخزاعیؓ**۔ ابو شریح۔ فتح مکہ میں رسول اللہ صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل تھا، اپنی قوم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ قیام برابر مدینہ منورہ میں رہا۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

۸۰۔ **خرشہ بن الحر الفزاریؓ**۔ یہ اور ان کی بہن دونوں یتیم اور سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کی کفالت و پرورش میں رہے۔ ان دونوں کو صحابیت کا شرف حاصل تھا۔ ابن حبانؒ نے تابعین میں شمار کیا ہے۔ بشر بن مروانؒ کے زمانہ حکومت عراق میں فوت ہوئے۔

۸۱۔ **خنابہ بن کعب العبسیؓ**۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کے زمانہ میں امیر المومنین معاویہؓ کے پاس دمشق آئے اور فی البدیہہ چند شعر کہے۔ ایک سو چالیس برس کی طویل عمر ہوئی۔ امیر المومنین یزیدؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔

۸۲۔ **دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ**۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ مشہور روایت ہے کہ ان ہی کی شکل میں متشکل ہو کر جبرئیل فرشتہ آنحضرت علیہ وسلم سے ہمکلام ہوا۔ بدر کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ آنحضرتؐ کا فرمان موسومہ قیصر روم لے کر سفیر کی حیثیت سے رومی گورنر بصریٰ کے پاس گئے تھے۔ آنحضرتؐ کی چچیری بہن صفیہ بنت ابو لہب ان کی زوجیت میں تھیں ان کے بعد اسامہ بن زیدؓ کے عقد میں آئیں۔ خود رسول اللہؐ نے حضرت دحیہؓ کی بہن شراف سے عقد کیا تھا۔ نیز ان کی بھانجی خولہ بنت الہذیل سے بھی، مگر یہ دونوں خلوت صحیحہ سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ حضرت دحیہؓ نے دمشق میں سکونت اختیار کی تھی۔ امیر یزیدؒ ان کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔ وہ رشتہ میں امیر موصوف کے ماموں بھی ہوتے تھے۔ حضرت دحیہؓ کی نسل میں بعض اشخاص اندلس میں سکونت پذیر ہوئے۔ ابو الخطیب عمر محدث اندلسی جو ذو النسبتین کہلاتے تھے، نسباً حضرت دحیہ الکلبی کے اخلاف میں تھے اور مادری نسب ان کا حسینی تھا۔ حضرت دحیہؓ کی وفات امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے ایام میں ۵۰ھ میں دمشق میں ہوئی۔

۸۳۔ **نافع بن خدیجؓ**۔ ابو عبد اللہ حارثیؓ۔ غزوہ احد میں اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ امیر المومنین معاویہؓ کے عہد مبارک میں جب زمینداری کی شرعی حیثیت زیر بحث آئی آپ ہی کا مرویہ حدیث معیار قرار پائی اور سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے موقف سے رجوع کیا۔ طویل عمر ملی امیر المومنین

عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔ سنہ وفات ۸۳ھ ہے۔

۸۴۔ الربیع بن زیاد الحارثیؓ۔ اکثر کے نزدیک صحابی ہیں۔ بعض نے تابعی بتایا ہے۔ خراسان میں کچھ عرصہ عامل رہے۔ ۵۳ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۸۵۔ رویفع بن ثابت الانصاریؓ۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی، امیر المومنین معاویہؓ نے ان کو طرابلس کا حاکم مقرر کرکے بھیجا تھا بلاد مغرب کے متعدد مقامات فتح کئے، بڑے محتاط و پاکباز تھے، محض ایک تہدیدی حدیث کی بناء پر صاحب خراج کی خدمت قبول نہ کی۔ ۵۶ھ میں امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے زمانہ میں رحلت کی۔

۸۶۔ زرارہ بن جزء بن عمرو الکلابیؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ ان کے فرزند عبدالعزیز جو بڑے بہادر مجاہد تھے، امیر یزیدؒ کی قیادت میں جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہو کر شہید ہوئے تھے۔ حضرت زرارہ کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔

۸۷۔ زمل بن عمرو العذریؓ۔ رسول اللہؐ نے ان کے لئے فرمان لکھوایا اور ان کی قوم کا جھنڈا ان کو عطا فرمایا۔ یہ اسی جھنڈے کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے مقابلہ میں موجود تھے اور تحکیم (ثالثی) کے لئے جو اقرار نامہ طرفین سے لکھا گیا تھا اس پر ان کی گواہی ثبت ہوئی۔ امیر المومنین یزیدؒ کے عہد خلافت میں جو ہر خلافت اپنی صحابی رسول اللہ کی سپردگی میں رہتی تھی۔ خلافت یزیدؒ کے بعد مرج راہط کے معرکہ میں جو اواخر ۶۴ھ میں پیش آیا مقتول ہوئے۔

۸۸۔ زہیر بن قیس البلویؓ۔ فتح مصر میں شریک تھے، پھر وہیں سکونت اختیار کی۔ آخر میں مغرب کے مقام برقہ میں رومیوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ ۷۶ھ کا ہے۔

۸۹۔ زید بن ارقم الانصاری خزرجیؓ۔ غزوۂ احد میں کمسن تھے، بعد کے دیگر غزوات میں جن کی تعداد ۱۷ شمار کی گئی ہے شریک رہے۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے۔ جنگ صفین میں بھی ان ہی کے کیمپ میں موجود تھے۔ ان کی مروی احادیث کی تعداد سو کے قریب ہے۔ آخر عمر میں بوجہ کبر سنی نسیان غالب تھا، امیر عبید اللہ بن زیاد نے ایک مرتبہ ان سے کہا تھا کہ آپ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کی نصوص قرآن سے مطابقت نہیں ہوتی۔ کوفہ میں ساکن رہے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۶ھ میں فوت ہوئے۔

۹۰۔ زید بن خالد الجہنیؓ۔ صلح حدیبیہ میں موجود تھے اس کے بعد متعدد غزوات میں شرکت

کی۔ فتح مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا لئے ہوئے تھے۔ صحاح میں ان کی مرویات ہیں۔ ان کا انتقال بھی امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۸ھ میں ہوا، اور بقول دیگر ۷۸ھ یا ۷۲ھ میں۔

۹۱۔ سائب بن ابی وداعہ الحارث القرشی السہمیؓ۔ زبیر بن بکار کے قول کے مطابق حضرت سائبؓ مکہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تجارتی کاروبار میں شریک تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے بھائی مطلب بن ابی وداعہ آپ کے شریک تجارت تھے۔ حدیث کے راوی بھی ہیں۔ ۵۰ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۹۲۔ سائب بن خباب مدنی ابو عبدالرحمٰنؓ۔ رسول اللہؐ سے وضو کے بارے میں حدیث سماعت کی اور روایت کی۔ ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔

۹۳۔ سائب بن یزید الکندیؓ۔ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد ماجد بھی صحابی تھے بچپن میں آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے گئے، آپ نے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ فلیت عقیدت سے انہوں نے آپ کے وضو کے پانی کو چلو میں لیکر پی لیا اور مہر نبوت دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ حجۃ الوداع میں موجود تھے۔ ۸۶ھ یا ۹۱ھ میں اور بعض کے نزدیک ۹۴ھ میں وفات پائی۔

۹۴۔ سعد بن ایاس ابو عمرو الشیبانیؓ۔ ان سے حدیث کی روایت ہے۔ ایک سو بیس برس کی عمر پاکر ۹۵ھ میں انتقال ہوا۔

۹۵۔ سعد بن زید انصاریؓ۔ عہد رسالت میں ولادت ہوئی۔ ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ الاستیعاب میں بزمرۂ صحابہ ان کا تذکرہ ہے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں فوت ہوئے۔

۹۶۔ سعد بن مالک بن سنان الانصاری الخدریؓ، ابو سعید۔ احد کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ کثیر الروایات ہیں، فضلاء و علمائے انصار میں سے تھے۔ حضرت حسینؓ کو خروج کا اقدام کرنے سے بہت منع کرتے رہے۔ امیر یزیدؒ کی ولایت عہد اور بیعت خلافت کے مویدین خاص میں سے تھے ۷۴ھ میں انتقال ہوا۔

۹۷۔ سعید بن العاص بن سعید ابی احیحہ بن العاص الاموی(رض) صغار صحابہ میں سے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کا لہجہ نبیؐ کے لہجہ سے مشابہ تھا۔ نہایت فیاض و دریا دل و کریم النفس نجبائے قریش سے تھے، انتظامی امور میں قائدانہ حیثیت رکھتے تھے۔ خلافت عثمانیؓ میں کوفہ کے عامل رہے اور اسی خلافت عثمانی کے ایام یعنی ۳۰ھ میں طبرستان و جرجان وغیرہ دور دست ممالک میں بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ

جہاد کئے۔ ان کی فوج میں قریش کے مختلف خاندانوں کے ممتاز اشخاص شامل تھے۔ ہاشمی گھرانے سے حسنؓ وحسینؓ وعبداللہ بن عباسؓ، بنی عدی سے عبداللہ بن عمرؓ، بنی سہم سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور بنی اسد سے عبداللہ بن زبیرؓ اس اموی سپہ سالار وقائد عسکر کے تحت قیادت شریک غزا ہوئے تھے۔ طبری میں ہے :-

غزا سعید بن العاص من الکوفة سنة ۳۰ھ یرید خراسان ومعه حذیفه بن الیمان وناس من اصحاب رسول الله صلعم ومعه الحسن والحسین وعبد الله بن عباس و عبد الله بن عمر وعبد الله بن عمرو بن العاص وعبد الله بن زبیر۔

(ص ۲۶۹ ج ۵ طبری)

سعید بن العاص ۳۰ھ میں کوفہ سے خراسان پر جہاد کرنے چلے۔ ان کے ساتھ حذیفہ بن الیمانؓ اور رسول اللہ صلعم کے دیگر صحابی بھی تھے اور حسنؓ وحسینؓ وعبداللہ بن عباسؓ وعبداللہ بن عمرؓ وعبداللہ بن عمرو بن العاصؓ وعبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے

حضرت حذیفہؓ صحابی جلیل تھے۔ صاحب سر رسول اللہ سے معروف تھے۔ ۳۶ھ میں ہمدان والرے والدینور وغیرہ انہی کے ہاتھ پر فتح ہوئے تھے۔ اس مرتبہ کے صحابہ کبار کا حضرت سعید اموی قائد سپہ سالار کے ساتھ شریک جہاد ہونا، ہاشمی اور دوسرے قریشی حضرات کا بھی غازیوں کے زمرہ میں بسر کرو گی اموی سپہ سالار شامل ہونا اموی قیادت کی کامیابی اور متفق علیہا ہونے کی بین دلیل ہے۔ بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ جب حضرت سعید اموی ایک مرتبہ عراق سے مدینہ آئے اور کچھ تحائف ساتھ لائے، اکابر صحابہ کی خدمت میں پیش کئے منجملہ ان صحابہ کے حضرت علیؓ کی خدمت میں بھی کچھ تحائف لے کر گئے، انہوں نے تحفے قبول فرمائے مگر بقول مولف نہج البلاغہ و ابن سعد اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مدینی امیہ نے تراث محمد علیہ السلام میں مجھ پر تو فوق حاصل کر لیا ہے، اگر میری زندگی رہی تو میں ان کو اس طرح جھجھوڑ دوں گا جیسے قصاب بکری کی خاک آلودہ اوجھڑی کو جھجھوڑتا ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ سطر ۱۱ و نہج البلاغہ) حضرت سعید کی وفات ۵۹ھ میں یعنی خلافت امیر یزید سے چند ماہ پہلے واقع ہوئی۔ امیر المومنین معاویہؓ کے زمانہ میں کچھ عرصہ مدینہ کے عامل بھی رہے تھے۔ ان کی ایک پروتی سیدہ خلیدہ بنت مروان بن عتبہ بن سعید کی شادی حسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب سے ہوئی تھی جن سے اولاد بھی ہوئی (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۵۵ھ)

۹۸- سعید بن نمران الہمدانیؓ۔ صحابی ہیں حضرت علیؓ کے زمانہ میں کاتب وسیکرٹری رہے

تھے۔ یرموک کے غزوہ میں شریک تھے۔ جرجان میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

۹۹- سعید بن وہب الجیوانیؓ۔ اصابہ میں ہے کہ نبیؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کی حیات میں اکابر صحابہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے یمن میں فیض صحبت اٹھایا۔ بخاری اور ابن سعد نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں وفات ہوئی۔

۱۰۰- سعید بن یربوع مخذومی۔ نام ان کا الفرم تھا۔ رسول اللہ صلعم نے تبدیل کرکے سعید رکھا۔ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔

۱۰۱- سفیان بن عوف الاسلمی الغامدیؓ۔ صحب النبی وکان له باس ونجدة والسخاء (الاصابہ) بڑے بہادر وشجاع وسخی صحابی تھے۔ امیر المومنین معاویہؓ کے نہایت کارگزار جنرل رہے۔ ۵۳ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۱۰۲- سفینہ مولی رسول اللہ۔ ابتداء ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے، انہوں نے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ رسول اللہ کی خدمت کیا کریں۔ بعض احادیث بھی ان سے مروی ہیں ۷۰ھ میں انتقال ہوا۔

۱۰۳- سلمہ بن ابی سلمہ مخذومیؓ۔ ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبد الاسدؓ آنحضرت کے رضاعی بھائی بھی تھے اور آپ کی پھوپی برہ بنت عبد المطلب کے فرزند ہونے سے آپ کے پھپیرے بھائی بھی۔ ابتدائے بعثت رسول اللہ میں ہی اسلام سے مشرف ہو گئے تھے یعنی اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر گیارھواں تھا۔ حبشہ کو ہجرت بھی کی تھی وہاں سے واپسی پر جنگ احد میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں ایسا زخم لگا کہ اس کے صدمہ سے کچھ دن بعد ہی فوت ہوگئے۔ ان کی بیوہ ام سلمہؓ سے آنحضرتؐ نے نکاح کر لیا اور اس طرح سلمہ بن ابی سلمہؓ کو اپنی والدہ معظمہ کے ساتھ رسول اللہؐ کے آغوش شفقت میں پرورش پانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حسنؓ وحسینؓ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ سن بلوغ کو پہنچنے پر حضرت سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلعم نے اپنی چچیری بہن سیدہ امامہ بنت سید الشہداء حضرت حمزہؓ سے کر دیا تھا۔ حضرت سلمہؓ بھی امیر یزیدؒ کی ولیعہدی اور بیعت خلافت کے موئدین میں سے تھے اور ان ہی کی خلافت کے ایام میں کچھ عرصہ دمشق میں مقیم رہے۔ پھر مدینہ منورہ چلے آئے جہاں امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا۔

۱۰۴- سمرہ بن جنادہ عمر بن جندبؓ۔ رسول اللہ صلعم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بہنوئی تھے ان کے ساتھ مدائن کے معرکہ میں موجود تھے۔ شرف صحابیت بھی حاصل تھا۔ بارہ خلیفوں کی مشہور حدیث کے راوی ہیں۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ حضرت جابر بن سمرہؓ ان کے فرزند

بھی صحابی تھے۔

۱۰۵۔ سمرہ بن جندب بن ہلال الفزاریؓ۔ غزوہ اُحد میں نوعمر تھے اور بحالت نوعمری رسول اللہؐ سے بیعت کی تھی۔ امیر زیاد بن ابوسفیانؓ کے عہد میں بصرہ کے حاکم تھے۔ ان کی وفات کے بعد بھی سال ڈیڑھ سال تک نائب امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں فوت ہوئے اور بقول دیگر ۵۸ھ میں۔

۱۰۶۔ سنان بن سلمہ بن المحبق الہذلیؓ۔ صغار صحابہ میں شمار ہے۔ ان کے والد ماجد بھی صحابی تھے۔ جہاد سندھ میں شرکت کی۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ ایالت میں وفات ہوئی۔

۱۰۷۔ سندر بن ابو الاسودؓ۔ ان کو اور ان کے فرزند عبداللہ دونوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت سندرؓ نے رسول اللہؐ کے ساتھ حج بھی کیا تھا۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔

۱۰۸۔ سنین بن واقد الظفریؓ۔ حجۃ الوداع میں موجود تھے، نبی صلعم کے اس حج میں ساتھ رہنے کی سعادت حاصل کی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے پہلے یا دوسرے سال وفات ہوئی۔

۱۰۹۔ سہل بن ابی حثمہ انصاری اوسیؓ۔ راوی حدیث ہیں ۵۹ھ میں اور دوسرے قول کے مطابق فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں انتقال ہوا۔

۱۱۰۔ سہل بن حنیف انصاریؓ، ابو امامہ۔ عہد نبوی میں ولادت ہوئی سن تمیز میں رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف رہے۔ راوی حدیث بھی ہیں۔ ۱۰۰ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے ہمنام وہ دوسرے صحابی تھے جو ۳۸ھ میں فوت ہوئے۔

۱۱۱۔ سہل بن سعد بن مالک الساعدیؓ۔ رسول اللہ کی رحلت کے وقت پندرہ سال کی عمر تھی۔ مدینہ منورہ کے صحابہ میں ان ہی کا انتقال سب سے بعد یعنی ۹۱ھ میں ہوا۔ وھو آخر من مات فی المدینۃ من الصحابۃ۔ (ص۱۴۱ المعارف)

۱۱۲۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ الحجبیؓ۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ خانہ کعبہ کی حجابۃ کا عہدہ ان کے خاندان میں متوارث رہا۔ ابن سعد کے قول کے مطابق امیر المومنین یزیدؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔ عاش الی خلافۃ یزید بن معاویہ یعنی ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

۱۱۳۔ صعصعہ بن ناجیہ الدارمیؓ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں نیک کردار رہے۔ جاہلیت میں تین سو ساٹھ ایسی بچیوں کو جن کے سخت دل ماں باپ زندہ گاڑ دیتے تھے نکال نکال کر بچا لیا۔ بعض نے یہ تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ ان کے اسلام لانے پر نبی صلعم نے ارشاد فرمایا تھا

لک اجر ذلک اذ من اللہ علیک بالاسلام۔ ۷۰ھ میں انتقال ہوا۔

۱۱۴۔ صفوان بن المعطل السلمیؓ۔ بڑے رتبہ کے فاضل صحابی ہیں۔ غزوہ خندق اور دیگر مشاہد میں موجود تھے۔ سادات المسلمین میں ان کا شمار ہے۔ امیر المومنین یزیدؒ کے شروع عہد خلافت میں وفات پائی۔ ابن اسحٰق نے جو ۱۹ھ لکھا ہے وہ غلط ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں رومیوں کے خلاف جہادوں میں شریک رہے تھے۔

۱۱۵۔ ضحاک بن قیس الفہریؓ۔ رسول اللہ صلعم کی رحلت کے زمانہ میں آٹھ برس کے اور بقول دیگر بارہ برس کی عمر کے تھے۔ صغار صحابہ میں شمار ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اولاً کوفہ کی ایالت پر مامور کیا پھر دمشق کی۔ امیر المومنین موصوف کے خواص میں سے تھے۔ امیر یزیدؒ نے بھی اپنے ایام خلافت میں دمشق کے عامل کی حیثیت سے برقرار رکھا۔ ولی معاویۃ الضحاک دمشق فاقرہ یزید حتی ملک (الاصابہ) امیر یزیدؒ اور ان کے صاحبزادے امیر معاویہ ثانیؒ کے معتمد علیہ تھے مرج راہط کی جنگ میں مقتول ہوئے یعنی ۶۴ھ میں۔

۱۱۶۔ طارق بن شہاب البجلی الاحمسیؓ، ابو عبداللہ۔ رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خلافت صدیقی و فاروقی کے زمانوں میں بہت سے جہادوں میں حصہ لیا۔ ۸۳ھ سال وفات ہے۔

۱۱۷۔ عامر بن مسعود بن امیہ الجمحیؓ۔ اہل علم نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن معین نے زمرہ صحابہ میں۔ کتاب خلافت میں بیان ہو چکا ہے کہ امیر المومنین معاویہؓ کے انتقال کی خبر جب مکہ پہنچی حضرت عامرؓ نے اس کی اطلاع حضرت ابن عباسؓ کو جا کر دی، یہ خبر سن کر وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر دعائے مغفرت مانگ کر لوگوں سے جو اس وقت موجود تھے فرمایا تھا کہ اب معاویہؓ جیسی صفات کا بھی کوئی شخص آنے والا نہیں ان کا فرزند یزید اپنے خاندان کا بہتر اور نیک شخص ہے، تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا، بیعت کرنا اور اطاعت کرنا پھر خود بھی بطیب خاطر بیعت کی۔ (انساب الاشراف بلاذری) حضرت عامرؓ کا انتقال اس سے چند سال بعد ہوا۔

۱۱۸۔ عامر بن واثلہ لیثی، ابو الطفیلؓ۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت تقریباً نو برس کی عمر کے تھے۔ بعد میں کوفہ میں جا بسے تھے اور وہاں کے مقیم صحابہ میں ان کی وفات سب کے بعد ہوئی۔ وھو آخر من مات من الصحابۃ مطلقاً یعنی تقریباً ۱۱۰ھ میں۔ ان ہی کی ہم نام میں حضرت کلیب بن قیس تھے، جنہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے قاتل کے ہاتھ سے خنجر چھین کر اسی وقت قتل کر دیا تھا۔ بعض مورخین کا یہ بیان صحیح نہیں کہ قاتل نے ان کو بھی شہید کر دیا تھا۔ حضرت عامرؓ حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے حضرت

عبداللہ بن عباسؓ کی مدح میں ان کے اشعار بھی ہیں (اغانی ج ۱۳)

۱۱۹۔ عائذ بن عمرو مزنیؓ، ابو ہبیرہ۔ کہتے ہیں کہ یہ بھی بیعت الرضوان کے شرکاء میں سے تھے۔ بعد میں بصرہ جاکر سکن گزین ہو گئے۔ اور وہاں امیر عبیداللہ بن زیاد کے ایام گورنری میں وفات پائی۔ توفی فی امرۃ عبید اللّٰہ بن زیاد ایام یزید بن معاویۃ (الاستیعاب)

۱۲۰۔ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ حدیبیہ وخیبر کے غزوات میں شریک تھے۔ ۸ھ میں رسول اللہؐ نے ایک سریہ پر ان کو متعین کیا تھا۔ ۷۱ھ میں فوت ہوئے ان کے فرزند القعقاع کو بھی صحابہ صغار میں شامل کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

۱۲۱۔ عبداللہ بن انیس الجہنیؓ، ابویحییٰ المدنی۔ صحابی جلیل تھے اور بیعت عقبہ میں موجود غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے۔ دیگر غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہؐ نے ایک سریہ پر مامور فرمایا تھا اور ایک عصا بھی مرحمت فرمایا تھا۔ لیلۃ القدر کے رمضان کی تیسویں شب ہونے کے بارے میں ایک حدیث کی ان سے روایت ہے۔ ملک شام میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

۱۲۲۔ عبداللہ بن بسر المازنیؓ۔ خود بھی صحابی ہیں اور صحابی کے فرزند بھی ہیں۔ حمص (شام) میں سکونت تھی، وہیں سو برس کی عمر میں نماز کے لئے وضو کرتے کرتے وفات پا گئے۔ سال وفات ۹۶ھ ہے۔ وھو آخر من مات بالشام من الصحابۃ (الاصابہ)

۱۲۳۔ عبداللہ بن ثعلبہ العذریؓ۔ قبیلہ بنی عذرہ سے تھے۔ رسول اللہؐ کی وفات کے زمانہ میں چودہ پندرہ سال کی عمر تھی۔ فتح مکہ کے دن آنحضرتؐ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ ۸۹ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۲۴۔ عبداللہ بن جزء بن انس بن عباس السلمیؓ۔ ان کے دادا عباسؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آں حضورؐ کے والد ماجد عبداللہ بن عبد المطلب کے شریک تجارت تھے۔ ان کے چچا انس بن عباسؓ اور چچیرے بھائی رزین بن انسؓ سب صحابی تھے۔ حضرت عبداللہؓ راوی حدیث بھی ہیں۔ آخر عہد امیر المومنین معاویہؓ یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ ان کی وفات ہوئی۔

۱۲۵۔ عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب ہاشمیؓ۔ حضرت علیؓ کے یہ حقیقی بھتیجے اور داماد تھے۔ اپنے والد ماجد کے ایام ہجرت میں ملک حبشہ میں پیدا ہوئے۔ غزوہ خیبر کے بعد اپنے والدین کے ساتھ حبشہ سے مدینہ آئے۔ ان کے والد غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو عبداللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش محبت وسایہ عاطفت میں پرورش پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے

زمانہ میں سولہ برس کی عمر تھی حضرت صدیق اکبرؓ بھی ان پر شفقت فرماتے، ان کے حسن سلوک کے بارے میں حضرت عبداللہ کہا کرتے تھے۔ کان خیر خلیفۃ رسول اللّٰہ فارحمہ بنا واحسنا الینا۔ ان کے ساتھ امیر المومنین معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے حسن سلوک کے حالات وواقعات کتاب خلافت میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہ ان حضرات کے خاص طرفداروں میں سے تھے، ان کی ایک صاحبزادی سیدہ ام محمد امیر یزیدؒ کی زوجہ تھیں۔ حضرت حسینؓ کے عزیزوں نے اقدام خروج سے باز رہنے کی جو کوششیں کی تھیں حضرت عبداللہؓ ان میں پیش پیش تھے جب وہ کسی طرح نہ مانے اور ابن جعفر کی زوجہ سیدہ زینب بنت علیؓ نے اپنے بھائی کے ساتھ اس سفر میں جانے کا عزم کر لیا۔ میاں بی بی میں علیٰحدگی ہو گئی، اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی سالی سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ سے جو اس زمانہ میں بیوہ تھیں عقد کر لیا (جمہرۃ الانساب ابن حزم) ان کی سخاوت و فیاضی کی بہت سی حکایتیں ہیں۔ امیر یزیدؒ کی ولیعہدی اور خلافت کے خاص موئیدین میں سے تھے۔ ایک موقع پر فداک ابی و امی (میرے ماں باپ تم پر قربان) کہکر امیر یزیدؒ کو مخاطب کیا تھا۔ ۸۰ھ میں وفات پائی۔

۱۲۶۔ عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدیؓ۔ ملک مصر میں جو صحابہ سکن گزین تھے ان میں سے ان کی وفات سب کے بعد ہوئی وھو آخر من مات من الصحابۃ بمصر (الاصابہ) انہی کی چچیری بہن سیدہ محمیہ تھیں، جن کی شادی رسول اللہؐ نے حضرت فضل بن عباسؓ بن عبد المطلب سے کی تھی، ان کے بطن سے ان کے ایک بیٹی ام کلثوم ہوئیں جو بعد میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ عبداللہ موصوف کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا۔

۱۲۷۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ہاشمیؓ۔ عہد رسالت میں جب ولادت ہوئی ان کی خالہ ام المومنین ام حبیبہؓ نو مولود کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائیں، آپ نے لعاب مبارک اس بچہ کے تالو سے لگایا اور دعا دی۔ آپ کی حیات مقدسہ میں سن تمیز کو پہنچ گئے تھے اور آپ کے ہم شبیہ ہونے کا امتیاز بھی حاصل تھا۔ ماں ان کی اموی خاتون حضرت ابو سفیانؓ کی دختر ہند تھیں۔ امیر یزیدؒ کی وفات کے چند سال بعد فوت ہوئے۔

۱۲۸۔ عبداللہ بن حازم اسلمیؓ، ابو صالح، بڑے شجیع و بہادر شہسوار تھے، کان من اشجع الناس واشدھم نفسا وبطشا (کتاب المحبر) کچھ عرصہ خراسان کے حاکم بھی رہے تھے۔ ابو عبداللہ الحاکم نے ان کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے جو خراسان میں جا بسے تھے وہیں ۷۳ھ میں بمقام نیشاپور فوت ہوئے۔

۱۲۹۔ عبد اللہ بن حوالہ الازدیؓ۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ملک شام میں جا بسنے کی ان کو بشارت دی تھی وہیں ۵۸ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۳۰۔ عبد اللہ بن خالد بن اسید الاموی۔ حدیث کے راوی ہیں۔ امیر زیاد کے زمانہ میں فارس کے عامل رہے پھر بصرہ کے۔ امیر زیاد کی وفات پہ امیر معاویہؓ نے ان کا تقرر بحال رکھا۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔

۱۳۱۔ عبد اللہ بن زمعہ القرشی الاسدیؓ۔ ام المومنین ام سلمہؓ کے بھانجے تھے، راوی حدیث ہیں۔ امیر یزیدؒ سے ان کے تعلقات دوستی کے تھے۔ کان صدیقاً لیزید بن معاویہ (الاصابہ) اپنے بیٹے کا نام انہوں نے اپنے دوست کے نام پر یزید رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے یہ بیٹے یوم حرہ میں قتل ہوئے اور خود حضرت زمعہؓ کی وفات اس سے سال ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں سے لڑ کر ان کے قتل ہونے کی روایت صحیح نہیں۔

۱۳۲۔ عبد اللہ بن زید بن عاصم الانصاریؓ۔ غزوہ بدر میں شریک ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ مسیلمہ کذاب کے قتل کرنے میں وحشی بن حرب کے ساتھ رہے، امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں یعنی ۶۳ھ میں وفات پائی یوم حرہ میں مقتول ہونے کی روایت ضعیف ہے۔

۱۳۳۔ عبد اللہ بن سائب المخزومیؓ القاری۔ کہتے ہیں کہ ان کے باپ رسول اللہ صلعم کے شریک تجارت رہے تھے۔ یہ کلام اللہ کے بڑے اچھے قاری تھے اہل مکہ نے فن قراءت انہی سے سیکھا تھا۔ ۷۰ھ میں وفات ہوئی۔

۱۳۴۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح القرشی رض۔ سیدنا عثمانؓ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ فتح مکہ کے دن حضرت عثمانؓ کے عرض کرنے پر رسول اللہؐ نے ان سے بھی بیعت لی تھی اور قصور معاف کر دیا تھا۔ فتح افریقہ میں ان کے بڑے بڑے کارنامے ہیں، وہاں کے جہادوں میں زبردست کامیابیاں اور بے شمار غنائم حاصل کئے، کچھ عرصہ مصر کے والی بھی رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال سے کچھ ہی پہلے یعنی آخر ۵۹ھ میں وفات ہوئی ۵۷ھ یا ۵۸ھ بھی سال وفات بعض روایتوں میں آیا ہے مگر وہ صحیح نہیں۔ ان کی نسل میں ابراہیم بن عمرو متوفی ۲۹۱ھ مصر کے مشہور محدث تھے۔

۱۳۵۔ عبد اللہ بن سعدۃ الفزاریؓ۔ بعض نے ان کو تابعین کبار میں شامل کیا ہے اور بعض نے صحابہ صغار میں۔ دمشق میں سکونت تھی، وہیں امیر یزیدؒ کی خلافت کے ایک سال بعد ۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۳۶۔ عبد اللہ بن سعد الانصاریؓ۔ یرموک و قادسیہ کے غازیوں میں سے ہیں بشرف صحابیت سے مشرف تھے ۵۷ھ میں فوت ہوئے۔

۱۳۷۔ عبد اللہ بن السعدی القرشی العامری، ابو محمدؒ۔ ان کے والد کا نام قدان تھا۔ اور کنیت سعدی۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ حدیث کے راوی ہیں احسان کی روایت سے بلا طلب مال کے بارے میں جو حدیث ہے وہ سلسلۃ الذہب کہلاتی ہے کیونکہ اس کے پہلے راوی سیدنا عمر فاروق ہیں، ان سے ان عبد اللہ بن السعدیؓ نے اور ان سے حویطب بن عبد العزیؓ نے اور ان سے السائب بن یزیدؒ نے روایت کی اور یہ سب راوی صحابی ہیں۔ حضرت عبد اللہ کو رسول اللہؐ نے بعض صدقات کا عامل بھی مقرر کیا تھا۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی یعنی ۵۷ھ میں فوت ہوئے۔

۱۳۸۔ عبد اللہ بن سندر الجذامیؒ۔ صحابی بن صحابی و راوی حدیث۔ امیر المومنین عبد الملک اموی کے عہد میں انتقال ہوا۔

۱۳۹۔ عبد اللہ بن شداد بن الہاد اللیثیؒ۔ ان کی خالہ سلمیٰ بنت عمیس ام المومنین میمونہؓ و ام الفضل زوجہ حضرت عباس بن عبد المطلب کی بہن تھیں۔ یہ عہد رسالت میں نوعمر تھے صغار صحابہ میں شمار ہے۔ ۸۱ھ کے ایک حادثہ میں جان دی۔

۱۴۰۔ عبد اللہ بن عامر بن کریز امویؒ۔ ان کے والد عامر بن کریز رسول اللہؐ کی پھوپی البیضا ام حکیم بنت عبد المطلب کے فرزند دلبند تھے اور آں حضورؐ کی یہ پھوپی آپ کے والد ماجد عبد اللہ بن عبد المطلب کی حقیقی بہن تھیں اور توام پیدا ہوئی تھیں۔ عبد اللہ بن عامر انہی کے پوتے تھے۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے اور آنحضرت صلعم کے حضور میں جب اس نومولود کو لایا گیا، آپ نے لعاب دہن تالو سے لگایا، عبد اللہ آپ کے لعاب دہن کو چوستے رہے آپ نے فرمایا۔ انہ لمسقی۔ یعنی یہ تو سیراب کرنے والا ہوگا۔ خلافت عثمانی میں بصرے کے عامل رہے۔ فارس کے مفتوحہ علاقے فتح کئے یزدگرد آخری ایرانی شہنشاہ کا قلع قمع کیا۔ خراسان، سجستان اور کابل انہی کی قیادت میں فتح ہوئے۔ مفتوحہ علاقہ جات کی سرسبزی اور شادابی کی تدبیریں کیں۔ نہریں کھدوائیں، رفاہ عام کے کاموں میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے۔ عرفات میں کئی حوض بنوائے۔ بصرے میں اپنے صرفے سے ایک بازار بنوایا۔ اس کی آمدنی رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے وقف کی۔ مقام نخلہ میں ان کا لگایا ہوا باغ تھا جس کی بنا پر یہ مقام بستان ابن عامر سے موسوم ہوا۔ ان کی خوبیاں زبان زد عوام تھیں۔

کان کثیر المناقب وافتتح خراسان ان کے مناقب بہت ہیں خراسان کو انہوں نے

وقتل یزدجرد فی ولایته واحرم من نیسابور شکراً لله.
(ص ۱۳۳ کتاب نسب قریش)

فتح کیا اور ان کے عہد حکومت میں یزدگرد قتل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ادائے شکر میں نیساپور سے احرام باندھ کر حج کے لئے گئے)

امیر المومنین سیدنا عثمانؓ کے قصاص خون کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا ان ہی کی رائے سے مکہ سے بصرہ جہاں یہ عامل رہے تھے تشریف لے گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت سے تقریباً ایک سال قبل فوت ہوئے، ان کی ایک زوجہ حضرت امیر معاویہؓ کی دختر ہند تھیں اور ان کی دوسری زوجہ امۃ اللہ بنت الوارث کے بطن سے ان کی دختر کلثوم تھیں جو امیر یزیدؒ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت عبداللہ کے فرزند عبدالرحمٰن کی زوجیت میں حضرت علیؓ بن ابطالب کی دختر خدیجہ تھیں۔

۱۴۱۔ عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلبؓ ہاشمی۔ ابن عم رسول اللہ تبحر علمی کی بنا پر حبر امت و ترجمان القرآن کہلاتے تھے۔ امیر یزیدؒ کی صلاحیتوں اور علمی فضیلت کے معترف تھے، ان کی ولیعہدی اور خلافت کی تطبیب خاطر بیعت کی اور دوسروں کو بھی ہدایت کی۔ حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ آکر اپنے انہی چچا کے پاس مقیم ہوئے تھے، اور امیر یزیدؒ نے بھی مراسلہ بھیجکر انہی سے خواہش کی تھی کہ حضرت حسینؓ کو سمجھائیں کہ وہ عراقی مفسدین کے ورغلانے میں نہ آئیں۔ حضرت ابن عباس کے اقوال امیر یزیدؒ کی صلاحیت و نیکو کاری کے بارے میں دوسری جلد میں ملاحظہ ہوں۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد رحلت کی۔

۱۴۲۔ عبداللہ بن عصام الاشعریؓ۔ بعض نے ان کی ولدیت عضاۃ لکھی ہے، صحابی و راوی حدیث ہیں جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ امیر المومنین یزیدؒ کے سفیر کی حیثیت سے طلب بیعت کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس گئے تھے۔ کان رسول یزید بن معاویة الی عبدالله بن الزبیر فی طلب البیعة (الاصابہ) واقعہ حرہ کے چند سال بعد فوت ہوئے۔

۱۴۳۔ عبداللہ بن علقمہ ابی اوفی۔ صحابی بن صحابی۔ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے سات غزوات میں شریک رہے۔ آخر میں کوفہ جا بسے اور وہاں کے مقیم صحابہ میں سے ان کا انتقال آخر میں ہوا۔ وهو آخر الصحابة موتاً بالکوفة (الاستیعاب وجمهرة الانساب) یعنی ۸۷ھ میں۔

۱۴۴۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص القرشی السہمیؓ۔ صحابی جلیل کے فرزند اور خود بھی فاضل صحابی، فقہاء و عباد امت میں سے تھے، سریانی زبان سے بھی واقف تھے۔ احادیث نبوی کا مجموعہ سب سے

پہلے انہوں نے ہی مرتب کیا تھا، مگر بعد میں رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی تعمیل کہ سوائے قرآن اور کچھ قلم بند نہ کیا جائے ضائع کر دیا تھا۔ امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کی تائید کی۔ آخر میں حجاز سے ملک شام جا کر مقیم ہوئے۔ حضرت عبیداللہ بن العباسؓ بن عبدالمطلب کی دختر سیدہ عمرہ ان کی زوجہ تھیں اور اس ہاشمیہ خاتون کے بطن سے اولاد ہوئی، جس سے نسل چلی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد ۶۵ھ یا ۶۹ھ میں عالم جاودانی کو رحلت کی۔

۱۴۵۔ عبداللہ بن غنم الاشعریؓ۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ساتھ یمن میں رہے تھے اور صاحب معاذ، کہلاتے تھے۔ اہل شام میں دین کی تعلیم کی اشاعت کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے انہیں وہاں بھیجا تھا آخر دم تک وہیں رہے۔ ۷۸ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۴۶۔ عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ الاشعریؓ۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ بھی کچھ عرصہ حضرت معاذؓ کے ساتھ یمن میں رہے تھے۔ پھر امیر المومنین عمر الفاروقؓ نے بصرہ کے عہدہ قضا پر مامور کیا، بعد میں صوبہ کی حکومت سپرد ہوئی۔ ایام حکومت میں اہواز والرے واصبہان وغیرہ علاقے فتح کئے۔ حضرت عمرؓ کے متعدد فرامین و مراسلات ان کے موسومہ کتب سیر و تاریخ میں محفوظ ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی نظر میں ان کی اصابت رائے و تدین کا کیا مرتبہ تھا۔ خلافت عثمانی کے ابتداء میں بصرہ ہی میں تھے پھر کوفہ کے گورنر ہوئے۔ خلیفہ مظلوم شہید کی شہادت تک وہیں رہے مالک الاشتر جیسے سبائیوں کی ریشہ دوانیوں سے حضرت علیؓ کے ابتدائی ایام خلافت میں عہدہ سے برطرف کئے گئے۔ فتنوں سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ خانہ جنگی سے بچے رہنے کے لئے لوگوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے۔ صفین کی خانہ جنگی ختم کرنے کو جب ثالثی کی تجویز پیش ہوئی حضرت علیؓ کے عراقی گروہ کے بعض سرکردہ اشخاص نے ان کے ثالث مقرر کئے جانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی جانب سے ثالث مقرر ہوئے۔ آپ نے صورت حال کا صحیح جائزہ لے کر اور یہ دیکھ کر کہ قاتلین حضرت علیؓ کے لشکر کے ساتھ ہیں اور خون ناحق کا قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا اور نہ قصاص لئے جانے کا کوئی امکان ہے، کیونکہ بعض مفسدین و قاتلین سیاست وقتی میں دخیل ہیں اور امت فتنہ و انتشار میں مبتلا ہے، حضرت علیؓ کے منصب خلافت سے معزول کئے جانے کا فیصلہ سنا دیا اور فریق ثانی کے ثالث کے اتفاق رائے سے یہ قرار دیا کہ خلیفہ معزول کے بجائے ارباب حل و عقد کے استصواب سے خلافت کے لئے کسی موزوں شخص کا انتخاب کیا جائے اور جب تک نیا خلیفہ منتخب نہ ہو لے فریقین اپنے اپنے علاقہ جات پر قابض رہیں لیکن لڑائی ملتوی رہے۔ چونکہ حضرت معاویہؓ نے نہ اس وقت تک

خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ وہ خلیفہ تھے۔ ان کے معزول یا برقرار رکھنے کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔ سبائیوں کو یہ فیصلہ سخت ناپسند و ناگوار ہوا، انہوں نے دونوں محترم ثالثوں کے بارے میں غلط اور بے سروپا باتیں مشہور کیں، جن کو علامہ ابن جریر طبری نے اپنے مسلک کے اعتبار سے اپنی کتاب میں درج کردیا اور طبری سے بعد میں آنے والے مورخین نے نقل کرکے ان کی تشہیر کی۔ حضرت ابو موسیٰؓ رشتہ کے اعتبار سے حضرت علیؓ کے بھتیجے داماد تھے۔ حضرت فضل بن العباسؓ کی دختر سیدہ ام کلثوم ان کے حبالۂ عقد میں تھیں جن کے بطن سے ان کے فرزند موسیٰ ہوئے وہ قرآن کے بڑے اچھے قاری تھے، وہ عہدہ قضا پر بھی مامور ہوئے، ان کے بیٹے ابو بُردہ بھی قاضی رہے اور پوتے بلال بن ابی بردہ بھی بصرہ کے قاضی رہے یعنی خلافت فاروقی کے زمانہ سے لے کر تین پشت تک عہدہ قضا ان کی نسل میں رہا۔ حضرت ابو موسیٰ نے ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (المعارف ابن قتیبہ)

۱۴۷۔ **عبد اللہ** بن کعب الانصاریؓ۔ ابو فضالہ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کی کنیت ابو بشیر تھی ان کی ولادت پر ابو عبداللہ ہوتی۔ عبداللہ ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں فوت ہوئے۔

۱۴۸۔ **عبد اللہ** بن مالک الازدی۔ قدیم الاسلام اور بڑے متقی و صائم الدہر تھے، ۵۴ اور ۵۶ ہجری کے درمیان کسی وقت انتقال ہوا۔

۱۴۹۔ **عبد اللہ** بن معقل الانصاریؓ۔ غزوہ احد میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ بڑے سفر کرنے والوں میں ان کا شمار ہے۔ شاعر تھے اور دولت امویہ کے شعراء کے زمرہ میں ان کے ذکر اذکار ہیں۔ ۸۰ھ میں وفات پائی۔

۱۵۰۔ **عبد اللہ** بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ہاشمیؓ۔ رسول اللہ صلعم کے ابن عم اور ہم شبیہ تھے۔ امیر المومنین مروان بن الحکمؓ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ کے قاضی رہے اور یہی پہلے شخص ہیں جو خلافت راشدہ کے بعد وہاں اس منصب پر فائز رہے۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔ ان کے ایک بھائی سعید تھے جو فقیہہ تھے دوسرے مغیرہ تھے، جنہوں نے رسول اللہ کی بڑی نواسی سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلعم سے حضرت علیؓ کے فوت ہوجانے کے بعد نکاح کیا تھا، ان سے ان کے اولاد بھی ہوئی۔

۱۵۱۔ **عبد اللہ** بن یزید الاوسی۔ ایک روایت میں ان کو بیعت الرضوان کا شریک بھی بتایا گیا ہے۔ متعدد غزوات میں موجود رہے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

۱۵۲۔ **عبد الرحمٰن** بن ابی سبرۃ الجعفیؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ نام عزیز تھا۔ رسول اللہ صلعم نے بدل کر عبد الرحمٰن رکھا اور فرمایا کہ عبداللہ اور عبد الرحمٰن نام اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں

صلعم نے بدل کر عبد الرحمٰن رکھا اور فرمایا کہ عبداللہ اور عبد الرحمٰن نام اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں ہادی جعفی (دین) آنحضورؐ نے ان کے خاندان کو عطا فرمائی تھی، اس نسبت سے جعفی کہلاتے۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ ایالت عراق میں اصبہان کے والی رہے۔ مشہور فقیہہ خیثمہ ان ہی کی اولاد میں تھے۔

۱۵۳۔ **عبد الرحمٰن** بن حاطب بن ابی بلتعہ اللخمیؓ۔ ابو یحییٰ۔ عہد رسالت کے مولود تھے ۶۸ھ میں فوت ہوئے (الاستیعاب)

۱۵۴۔ **عبد الرحمٰن** بن زید بن الخطاب العدویؓ۔ سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظمؓ کے بھتیجے اور ایک بدری صحابی حضرت ابو لبابہ انصاریؓ کے نواسے عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ نومولود کو اس کے نانا آنحضورؐ کی خدمت میں لائے، آپ نے کان میں اذان کہی، سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی، اصغار صحابہ میں شمار ہے۔ امیر یزیدؒ نے مکہ معظمہ کا ان کو عامل مقرر کیا تھا۔ ۶۰ھ کے قریب منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۵۵۔ **عبد الرحمٰن** بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمسؓ۔ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے، حدیث کے راوی ہیں۔ خلافت عثمانی میں خراسان، سجستان اور کابل کے جہادوں میں حصہ لیا پھر کچھ عرصہ سجستان کے والی بھی رہے۔ آخر میں سکونت بصرہ میں اختیار کی اور وہیں ۵۲ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۱۵۶۔ **عبد الرحمٰن** بن مل، ابو عثمان النہدیؓ۔ ایک سو تیس برس کی طویل عمر پائی۔ ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں اور اس سے قدرے زائد عہد اسلام میں زندگی گزاری۔ یہ محض غلط ہے کہ رسول اللہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے۔ خلافت فاروقی میں ایران کے متعدد معرکہ ہائے جہاد یعنی جنگ قادسیہ دجلولا، وتستر و نہاوند نیز یرموک و آذربائیجان کے معرکوں میں شریک رہے۔ ۹۵ھ اور بقول دیگر ۱۰۰ھ میں رحلت کی۔

۱۵۷۔ **عبد المطلب** بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب الہاشمیؓ۔ ان کے والد حضرت ربیعہ بن الحارث رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی بھی تھے اور صحابی بھی۔ اس رشتہ سے عبد المطلبؓ آپ کے بھتیجے بھی تھے اور مادری رشتہ سے بھانجے بھی کیونکہ ان کی والدہ معظمہ سیدہ ام الحکم بنت الزبیر بن عبد المطلب آپ کی چچیری بہن بھی تھیں اور صحابیہ بھی۔ ماں باپ دونوں ان کے نسباً ہاشمی تھے اور ہاشمی خاندان میں حضرت علیؓ کے بعد یہ نسبی خصوصیت صرف حضرت عبد المطلب بن ربیعہؓ کو حاصل تھی حضرت علیؓ

کے والد ابو طالب نے تو اسلام قبول نہیں کیا تھا، مگر حضرت عبد المطلبؓ کے ماں باپ دونوں مسلمان تھے اور شرف صحابیت سے مشرف۔ یہ خود بھی صحابی ہیں اور راوی حدیث بھی۔ عہد رسالتؐ میں جوان تھے، آنحضورؐ ان پر خاص شفقت فرماتے۔ ان کی شادی آپ نے ان کے چچا حضرت ابو سفیان بن الحارث کی دختر سے کی تھی۔ عبد المطلبؓ کی والدہ سیدہ ام الحکمؓ کو آنحضرت صلعم خیبر کی پیداوار سے ایک حصہ دیتے اور ان کو عزیز رکھتے۔ اپنے دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد آنحضورؐ اپنے حقیقی چچا اور سیدہ ام الحکم کے والد زبیر بن عبد المطلب کی کفالت میں رہے تھے وہ اپنے زمانہ کی ممتاز شخصیت تھے۔ ابو طالب کے حقیقی بڑے بھائی تھے اور اپنے والد کے انتقال پر ہاشمی خاندان کے سردار تھے۔ آنحضورؐ سے ان کو بڑی محبت تھی آپکی صغر سنی اور بچپن میں آپ کو ہاتھوں پر جھلاتے اور لوری گاتے جاتے کہ یہ محمد میرے بھائی کی نشانی ہے، خوب پروان چڑھے اور بڑے شرف و عزت والا ہو (الاصابہ) بیس پچیس سال کی عمر تک آپ اپنے انہی حقیقی تایا کے پاس رہے، حرب فجار میں بھی زبیر بن عبد المطلب بنی ہاشم کے سردار کی حیثیت سے موجود تھے، اور آنحضورؐ کی عمر شریف اس وقت تقریباً ستره اٹھاره برس کی تھی اپنے انہی شفیق تایا کے ساتھ تھے اور تیر اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ حلف الفضول کے انعقاد کے وقت کہ زبیر بن عبد المطلب ہی اس کے بانی تھے، آنحضورؐ اس جلسہ میں اپنے ان تایا کے ساتھ موجود تھے، اس وقت عمر شریف تقریباً ۲۵ سال کی تھی (شرح نہج البلاغہ جزء ۱۵) اس کے کچھ دن بعد جب زبیر بن عبد المطلب نے وفات پائی ان کے چھوٹے بھائی ابو طالب سردار قبیلہ ہوئے اور ان کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ سردار قبیلہ کی حیثیت سے ابو طالب نے آپ کی حمایت کی۔ زبیر بن عبد المطلب کے چار بیٹے اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔ ان کے ایک بیٹے عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب یعنی سیدہ ام الحکم کے بھائی بھی صحابی تھے، ان پر بھی آپ بہت شفقت فرماتے اور ان کو "ابن امی" میری ماں کا بیٹا کہتے (الاصابہ) کیونکہ سیدہ آمنہ کے بعد آپ کی انہی چچی نے آپ کی پرورش کی تھی۔ غرضیکہ حضرت عبد المطلب بن ربیعہؓ نے ایسے ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور مشکوۃ نبوی سے براہ راست اخذ نور کیا، سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت تک مدینہ میں رہے۔ پھر ملک شام میں جا بسے دمشق میں مسکن گزین ہوئے۔ امیر یزیدؒ کے بچپن سے جوانی تک کے سب حالات ان کے اپنی آنکھوں دیکھے تھے اور ان کی صلاحیتوں کی بنا پر ان سے ایسی محبت کرتے تھے کہ وفات سے قبل انہی کو اپنا وصی کیا۔ فاوصی الی یزید بن معاویۃ فقبل وصیتہ (الاصابہ ص۴۳۰ ج۲ والبدایۃ ص۲۱۴۰ ج۸ والاستیعاب وجمہرۃ الانساب ابن حزم) امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں رحلت کی۔ مات فی امرۃ یزید فی سنۃ اثنتین وستین (الاصابہ)

ان کے ایک بیٹے محمد بن عبد المطلبؓ تھے جن کی وہاں بڑی قدر و منزلت تھی ان محمد کے فرزند عمر کو امیر المومنین جعفر المنصورؒ عباسی نے دمشق کا والی مقرر کیا تھا اور دوسرے پوتے عبد اللہ بن سلیمان بن محمد بن عبد المطلب کو یمن کا، اور عبد اللہ بن سلیمان کے فرزند کو امیر المومنین ہارون الرشیدؒ نے مدینہ کا والی مقرر کیا تھا۔ (کتاب نسب قریش ص۸۹)

۱۵۸۔ **عبید اللہ** بن العباس بن عبد المطلب الہاشمیؓ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور صحابی بن صحابی۔ آپ کی وفات کے وقت سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے اپنے زمانے میں یمن کا والی مقرر کیا تھا۔ جود و سخا و دریا دلی کے انکے بہت سے واقعات کتب سیر میں منقول ہیں امیر یزیدؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔ وبقی الی دھر یزید بن معاویۃ (الاصابہ)

۱۵۹۔ **عبید اللہ** بن عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل القرشیؓ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے اور امیر المومنین الولید بن عبد الملک اموی کے زمانہ میں وفات پائی یعنی ۹۵ھ میں۔

۱۶۰۔ **عبید** بن عمیر بن قتادہ اللیثیؓ۔ ابو عاصم المکی۔ عہد نبوی میں ولادت ہوئی۔ آپ کی زیارت سے مشرف تھے۔ ان کے والد کو شرف صحابیت حاصل تھا۔ بعض نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ذی علم تھے اور خطیب۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی وفات سے کچھ قبل فوت ہوئے اور ایک قول کے مطابق ۷۴ھ میں۔

۱۶۱۔ **عتبہ** بن عبد السلمیؓ۔ نام ان کا عتلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عتبہ رکھا اصحاب صفہ میں سے تھے، بعد میں ملک شام کے مقام حمص میں جا بسے تھے اور وہیں ۸۷ھ میں بعہد خلافت امیر المومنین الولید بن عبد الملک اموی فوت ہوئے کہتے ہیں کہ ملک شام کے مقیم صحابہ میں ان کا انتقال سب سے بعد میں ہوا۔ (الاستیعاب و الاصابہ)

۱۶۲۔ **عثمان** بن ابی العاص الثقفی ابو عبد اللہ الطائفی۔ ثقیف کے وفد کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے طائف کا ان کو عامل مقرر فرمایا۔ خلافت صدیقی میں بھی اسی منصب پر مامور رہے۔ سیدنا عمر الفاروقؓ نے عمان اور بحرین کا حاکم بنایا ۵۰ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزید فوت ہوئے۔

۱۶۳۔ **عثمان** بن عبید اللہ التیمیؓ۔ یہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے بھائی تھے۔ اسلام لائے اور ہجرت بھی کی۔ (الاصابہ) ۷۳ھ میں وفات پائی۔

۱۶۴۔ **العداء** بن خالد بن ہوذۃ العامریؓ۔ غزوہ حنین کے بعد مع اپنے والد اور بھائی کے اسلام سے مشرف ہوئے۔ راوی حدیث ہیں۔ رسول اللہ نے بنی عامر کے تالاب اور کنویں ان کو عطا کئے۔ خلیفہ یزید

بن عبد الملک اموی کے زمانہ تک حیات رہے۔ ۸۰ھ ان کا سنہ وفات بتایا گیا ہے۔ (الاصابہ)

۱۶۵۔ عدی بن حاتم الطائیؓ۔ حدیث کے راوی ہیں۔ جمل اور صفین کی خانہ جنگیوں میں حضرت علیؓ کے کیمپ میں تھے۔ مگر ان کا فرزند طریف خوارج کے ساتھ ہو گیا تھا اور ان کے چچا کے بیٹے۔ جزعلیف۔ امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ امیر معاویہؓ سے جب حضرت حسن بن علیؓ نے بیعت خلافت کرلی حضرت عدیؓ بھی ان کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے تین چار سال بعد ۶۸ھ میں رحلت کی۔

۱۶۶۔ العرباض بن ساریہ السلمیؓ۔ قدیم الاسلام تھے اور اصحاب صفہ میں شامل۔ ملک شام میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ فتنۂ ابن الزبیرؓ کے ایام میں فوت ہوئے۔ (الاصابہ)

۱۶۷۔ عطیہ بن بُسر المازنیؓ۔ ملک شام کے مقام حمص میں جو صحابہ مسکن گزین تھے ان میں یہ بھی شامل تھے۔ سال وفات ۸۰ھ ہے۔

۱۶۸۔ عفان بن وہب الخولانیؓ۔ ابوالیمن۔ راوی حدیث ہیں، بلاد مغرب (افریقہ) کے جہادوں میں حصہ لیا، مصر میں سکونت تھی وہیں ۶۰ھ میں منزل حقیقی طے کی۔

۱۶۹۔ عقبہ بن عامر الجہنیؓ۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت اسلام قبول کیا۔ غزوات نبوی میں شریک رہے بعد میں ملک شام میں سکونت اختیار کی۔ صفین کی خانہ جنگی میں امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے کچھ عرصہ مصر کے عامل رہے۔ امیر المومنین یزیدؒ نے اپنے زمانہ خلافت میں افریقہ میں امیر عسکر مقرر کیا تھا۔ وفات ان کی امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد میں ہوئی۔ ۵۸ھ میں ان کے وفات ہونے کی روایت صحیح نہیں۔ ابوزرعہ نے عبادہ بن نسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امیر المومنین عبد الملکؒ کے زمانہ میں ایک صحابی کو حدیث بیان کرتے سنا وہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی تھے۔

۱۷۰۔ عقبہ بن نافع الفہریؓ۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے خالہ زاد بھائی عہد رسالت کے مولود ہیں، بعض نے ان کا شمار تابعین میں کیا ہے۔ خلافت راشدہ اور اس کے بعد کی خلافتوں کے زمانہ میں بڑی بڑی مہمات میں خاص کر شمالی مغربی افریقہ کے معرکوں میں کامیابی اور ناموری حاصل کی بڑے بہادر اور مجاہد تھے یہی ہیں جنہوں نے رومیوں کو شکست دے کر اپنا گھوڑا بحر اطلانتک میں ڈال دیا تھا اور ہاتھ اُٹھا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ "الٰہی! اگر سمندر میرا راستہ نہ روکتا تو جہاں تک جا سکتا تیرا نام بلند کرتا"۔ قیروان (مراکش) ان ہی کا بسایا ہوا ہے اور یہی اس خوبصورت اور عالیشان مسجد کے بانی ہیں جس کی وجہ سے مغربی افریقہ میں قیروان حرمین شریفین اور بیت مقدس کے بعد چوتھا متبرک مقام سمجھا جاتا ہے امیر المومنین

یزیدؒ کے عہد خلافت میں مقام لبکرہ ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔ اس مقام پر ان کا مقبرہ اور اس کے متصل مسجد موجود ہے جو افریقہ میں سب سے قدیم طرز عمارت کا نمونہ ہے۔ ان کے فرزند ابو عبیدہ کی نسل کے لوگ افریقہ و اندلس میں رہے۔ مصر کے محدث ابوبکر محمد بن الحارث متوفی ۳۴۲ھ ان ہی کی نسل سے تھے اور ان کا تعلق امیر یزیدؒ کے اخلاف سے برابر قائم رہا تھا۔

۱۷۱۔ عقیل بن ابی طالب الہاشمیؓ حضرت علیؓ کے حقیقی بڑے بھائی جو عمر میں ان سے بیس برس بڑے تھے۔ ۲ھ کے غزوہ بدر میں یہ بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے نیز اپنے بڑے بھائی طالب بن ابی طالب اور دوسرے ہاشمی عزیزوں کے ساتھ کفار قریش کے لشکر میں شامل ہو کر گئے تھے۔ طالب کا خاتمہ تو اسی غزوہ میں ہو گیا تھا۔ عقیلؓ اور دوسرے ہاشمی گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت عباسؓ نے اپنا اور ان سب کا فدیہ ادا کیا۔ اسی وقت یا بروایت دیگر صلح حدیبیہ کے زمانے میں اسلام لائے۔ جنگ موتہ میں بھی ان کی شرکت بتائی جاتی ہے۔ سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے قصاص خون کے معاملہ میں اپنے بھائی کے طرز عمل کے خلاف تھے حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور صفین میں ان ہی کے ساتھ موجود رہے۔ شیعہ مورخ و نساب۔ مولف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب لکھتے ہیں کہ:

وفارق (عقیل) اخاہ علیا امیر المومنین فی ایام خلافتہ وھرب الی معاویۃ وشھد صفین معہ غیر انہ لم یقاتل۔ (ص۱۵)	اور (عقیل) نے اپنے بھائی علی امیر المومنین سے ان کے ایام خلافت میں جدائی اختیار کرلی اور معاویہ کے پاس بھاگ گئے اور ان ہی کے ساتھ صفین میں موجود رہے سوائے اس کے کہ قتال نہیں کیا۔

مخالفین نے اسی بنا پر ان کی تنقیص میں روایتیں وضع کی ہیں۔ (الاستیعاب) عرصہ تک دمشق میں مقیم رہے۔ مکہ معظمہ میں ان کی املاک تھی اور اپنے ان عزیزوں کی جائیداد کے جو مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے تھے یہی وارث ہوئے۔ وکان ورث اقرباءہ الذین ھاجروا وترکوا دورھم، حتی کہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا مکان بھی انہی کے قبضہ و تصرف میں رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر یزیدؒ کے اوّل عہد خلافت میں فوت ہوئے صاحب عمدۃ الطالب کی تحقیق کے مطابق ۶۰ھ میں وفات پائی۔ یعنی خلافت امیر یزیدؒ سے چند ماہ قبل۔ ناسخ التواریخ کا یہ قول کہ ۵۰ یا ۵۲ھ میں فوت ہوئے صحیح نہیں۔ ان کی کنیت اپنے ایک بیٹے یزید نام سے ابو یزید تھی —

۱۷۲۔ علقمہ بن جنادہ الازدیؓ۔ شرف صحابیت حاصل تھا، امیر معاویہؓ کے بیڑے جہازات کے افسر اعلیٰ تھے۔ فتح مصر میں بھی حصہ لیا۔ امیر یزیدؒ کے ایام ولی عہدی میں فوت ہوئے ۵۹ھ سال رحلت ہے

۱۷۳۔ علقمہ بن خالد الجزاعی رضؓ نام علقمہ تھا۔ عبد اللہ ابن ابی اوفی سے مشہور تھے۔ مدینہ میں موجود تھے۔ کوفہ میں جو صحابی مقیم تھے ان کی وفات ان سب سے بعد ہوئی یعنی ۸۶ھ میں بعمر ستر سال۔

۱۷۴۔ علقمہ بن وقاص اللیثی رضؓ۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

۱۷۵۔ عکراش بن ذویب بنی نزال بن مرّہ کے صدقات وصول کئے اور نبی کریم صلعم کی خدمت میں لاکر پیش کئے۔ جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ تھے۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد میں انتقال ہوا۔

۱۷۶۔ عمر بن ابی سلمہ مخزومی رضؓ۔ رسول اللہؐ کے ربیب اور ام المومنین ام سلمہؓ کے فرزند، صغر سنی سے رسول اللہ صلعم کے دامن عاطفت و آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں بحرین کے عامل بھی رہے۔ جماعت سے ہمیشہ وابستہ رہے اور فتنوں سے الگ تھلگ۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے عہد خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۱۷۷۔ عمرو بن اخطب الانصاری رضؓ، ابوزید۔ ہجرت رسول اللہ کے بعد ہی اسلام لائے اور تیرہؐ غزوات میں شرکت کی۔ آنحضرت صلعم ان پر خاص شفقت فرماتے۔ ایک مرتبہ جسد مبارک سے کرتہ اٹھا کر فرمایا کہ میرے پاس آؤ اور پیٹھ چھو لو۔ ان کا ہاتھ پیٹھ پر سے خاتم نبوت تک پہنچا جسے اچھی طرح دیکھا پھر ایک مرتبہ آپؐ نے ان کے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر دعا دی۔ ۹۵ برس کے سن میں جن لوگوں نے انہیں دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سپید نہ ہوا تھا چہرہ کی تابانی بحال تھی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں رحلت کی یعنی ۶۳ھ میں۔

۱۷۸۔ عمران بن حصین الجزاعی رضؓ۔ کنیت ابو نجیبہ تھی۔ قدیم الاسلام تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے غزوہ خیبر کے زمانہ میں اسلام لائے اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ امیر زیاد بن ابو سفیانؓ کے زمانہ ایالت میں بصرہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ یہ حدیث ان سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ایک قرن کی مدت اسّی یا ایک سو میں برس شمار ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے امیر یزیدؒ کا عہد خلافت قرن اول میں شامل ہے۔ بعض نے چالیس سال کی مدت شمار کی ہے۔ اس کے اعتبار سے امیر موصوف کا زمانہ قرن ثانی کا شروع آتا ہے۔ حضرت عمرانؓ ۵۲ھ میں فوت ہوئے۔

۱۷۹۔ عمران بن ملحان، ابو رجاء العطاردی رضؓ۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کے بعد ہی اسلام قبول کیا تھا۔ اور قول دیگر یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ عمر بہت طویل پائی۔ امیر المومنین ہشام بن عبد الملکؒ کے شروع زمانہ خلافت میں فوت ہوئے۔ مات فی اول خلافۃ ہشام بن عبد الملک (الاستیعاب)

۱۸۰۔ عمرو بن ابی اراکہ الثقفی رضؓ حدیث کے راوی ہیں، ایک مرتبہ امیر زیادؒ نے ایک جھوٹے گواہ کی زبان کاٹ دینے کی دھمکی دی، اس وقت حضرت عمروؓ امیر موصوف کے پاس موجود تھے، انہوں نے رسول اللہ صلعم کا ارشاد سنایا، جس میں جسم کا مثلہ کرنے اور عضو کاٹنے کی ممانعت ہے آخر عہد خلافت حضرت امیر معاویہؓ میں رحلت کی۔

۱۸۱۔ عمرو بن حریث القرشی المخزومی رضؓ ابو سعید۔ ہجرت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے حدیث کی روایت بھی کی ہے۔ کچھ عرصہ امیر زیادؒ کے نائب رہے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور وہیں ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۸۲۔ عمرو بن حزم بن زید الانصاری رضؓ۔ صحابی جلیل تھے۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلعم نے کچھ دن کے لئے ان کو نجران کا عامل بھی مقرر کیا تھا۔ اس وقت نوعمر تھے۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے یزید کی ولیعہدی کے بارے میں زور کی گفتگو کی تھی۔ انہ تکلم معاویہ فی امر بیعۃ لیزید بکلام قوی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے دوسرے سال یعنی ۶۲ھ میں فوت ہوئے (البدایہ)

۱۸۳۔ عمرو بن سفیان البکائی رضؓ۔ بعض نے ان کی ولدیت سیف بیان کی ہے اور کسی نے عبد اللہ۔ جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین مروانؓ کے زمانہ تک حیات رہے۔

۱۸۴۔ عمرو بن سفیان بن عبد شمس ابو الاعور السلمی رضؓ۔ غزوہ حنین میں کفار کے شریک تھے اس کے بعد اسلام لائے۔ حضرت علیؓ کے سخت مخالف تھے۔ ۳۶ھ میں غزوہ عموریہ میں شامی فوج کے ایک دستہ کے سردار تھے۔ امیر المومنین مروانؓ کے ساتھ مصر بھی گئے تھے (الاصابہ) ۶۵ھ میں فوت ہوئے

۱۸۵۔ عمرو بن عوف المزنی۔ قدیم الاسلام صحابی تھے۔ مدینہ ہی میں برابر مقیم رہے اور آخر عہد امیر معاویہؓ میں انتقال ہوا۔

۱۸۶۔ عمرو بن غیلان الثقفی رضؓ۔ بعض نے صحابی بتایا ہے اور بعض نے تابعی۔ جاہلیت اور اسلام

دونوں زمانے پائے۔ بخاری کی تصریح کے اعتبار سے امارت بصرہ پر بھی کچھ دن مامور رہے۔ ان کے بیٹے عبداللہ امیر معاویہؓ کے کبار رجال میں سے تھے۔ امیر یزیدؒ کے ایام خلافت میں وفات ہوئی۔

۱۸۷۔ عمرو بن مرۃ بن عبسؓ۔ قدیم الاسلام تھے، اور متعدد مشاہد میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہے۔ حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں اور بقول دیگر امیر المومنین عبد الملکؒ کے زمانہ میں رحلت کی۔

۱۸۸۔ عمرو بن میمون الاذدیؓ، ابو عبداللہ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ بعض نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ملک شام میں حضرت معاذؓ کی اور کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی علمی صحبت اٹھائی۔ کہتے ہیں کہ پچاس سے زیادہ حج کئے تھے۔ ۷۴ھ میں وفات پائی۔

۱۸۹۔ عوف بن مالک اشجعیؓ، ابو عمروؓ سب سے پہلا موقع جہاد کا غزوہ خیبر میں ملا۔ فتح مکہ کے دن اپنی قوم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ خلافت صدیقی کے زمانہ میں ملک شام چلے گئے اور حمص میں مسکن گزین ہوئے۔ ۷۳ھ میں بعہد خلافت امیر المومنین عبد الملکؒ منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۹۰۔ قبیصہ بن ذوئب الخزاعیؓ۔ ہجرت کے اول سال ولادت ہوئی۔ ان کے والد بھی صحابی تھے۔ حضرت قبیصہؓ کا علمائے امت میں شمار ہے۔ علم فقہ میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ فقہائے اربعہ کے ایک رکن یہ بھی ہیں، باقی تین رکن عروہ بن الزبیرؓ، سعید بن مسیبؓ اور عبد الملک بن مروان امیر المومنین ہیں۔ ۸۶ھ سال وفات ہے۔ بعض نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔

۱۹۱۔ قثم بن عباس بن عبد المطلب الہاشمیؓ۔ رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی آپ کے ہم شبیہ تھے، آپ کی تدفین کے وقت یہی تھے جو لحد سے سب کے بعد باہر آئے تھے۔ حضرت علیؓ کے ایام میں مدینہ کے عامل رہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں متعدد جہادوں میں شریک ہوئے۔ امیر سعید بن عثمان بن عفانؓ کے ساتھ سمرقند کے جہاد میں شریک ہوئے اور وہیں ۵۵ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ سمرقند میں ان کا مزار زیارت گاہ ہے۔

۱۹۲۔ قیس بن فہد السلولیؓ۔ کنیت ابو بکر تھی۔ رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے، فتح مصر میں شریک تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد اپنے فرزند عمرو کے ساتھ امیر یزیدؒ کے پاس آئے تھے۔

۱۹۳۔ قیس بن خرشہ القیسیؓ۔ بعض نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے اور ابن شاہین نے زمرہ صحابہ میں۔ حاکموں پر شدت سے نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ سکونت کوفہ میں تھی، وہیں امیر زیاد کے زمانہ میں

فوت ہوئے۔

۱۹۴۔ قیس بن سعد بن عبادہ الانصاریؓ۔ صحابی بن صحابی۔ حضرت علیؓ کے خاص طرفداروں میں تھے اور ان کے زمانہ میں مصر کے عامل رہے۔ حضرت حسنؓ نے جب حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت خلافت کر لی حضرت قیسؓ نے بھی دمشق جاکر امیر موصوف سے بیعت کی۔ فلما اجتمعت الکلمۃ علی معاویۃ جاء لیبایعہ کما بایعہ اصحابہ (البدایۃ والنہایۃ ص۹۹ ج) امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت یعنی ۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ امیر معاویہؓ کے آخر زمانہ خلافت یعنی ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ خلیفہ عبد الملکؒ کے زمانہ تک حیات رہے۔ مگر قول اول اصح ہے۔

۱۹۵۔ قیس بن بایعہ الخولانیؓ کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں موجود تھے تو کس مشھد بدرا وھو حدیث السن (الاصابہ) ملک شام کی فتوحات میں حصہ لیا۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں وفات پائی۔

۱۹۶۔ کعب بن عُجرۃ انصاریؓ، ابو محمد۔ صحابی جلیل تھے، امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی ۵۲ھ میں انتقال ہوا۔

۱۹۷۔ کعب بن مالک السلمیؓ۔ قدیم الاسلام تھے اور بیعت عقبہ میں موجود۔ شاعر بھی تھے۔ سیدنا عثمان ذی النورینؓ کی شہادت کے دردناک مرثیے کہے ہیں۔ حضرت علیؓ سے انہوں نے بیعت خلافت نہیں کی تھی۔ سال وفات ۵۱ یا ۵۲ھ۔

۱۹۸۔ کعب بن مرۃ السلمیؓ۔ شام میں جا بسے تھے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے تھے، بمقام اردن ۵۷ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۱۹۹۔ اللجلاج العامریؓ۔ جب اسلام لائے پچاس برس کی عمر تھی۔ اکیاون برس کی طویل عمر پاکر فوت ہوئے، بزمانہ امیر المومنین عبد الملکؒ۔

۲۰۰۔ مالک بن اوس النضریؓ۔ حدیث کے راوی ہیں۔ ۹۲ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۹۴ برس کی عمر میں ۵۲ھ میں انتقال ہوا۔

۲۰۱۔ مالک بن الحویرث اللیثیؓ۔ اپنی قوم کے مندوب کی حیثیت سے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے تھے۔ آخر میں بصرے میں سکونت اختیار کی ۹۴ھ میں، وہیں منزل آخرت طے کی۔

۲۰۲۔ مالک بن عبداللہ بن سنان الخثعمی۔ اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں جس کے پاؤں گرد آلود ہوں دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے، حضرت

امیر معاویہؓ اور امیر یزیدؒ و امیر عبد الملکؒ کی خلافتوں میں متعدد جہادوں میں شرکت کی تھی

۲۰۳۔ مالک بن ہبیرہ بن خالد الکندیؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ فتح مصر میں شریک رہے اور رومیوں کے خلاف جہاد میں فوجی دستہ کے سردار تھے۔ امیر المومنین مروانؓ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

۲۰۴۔ مجمع بن جاریہ بن عامر انصاریؓ۔ عہد رسالت میں جن صحابہ نے قرآن جمع کر لیا تھا ان میں ایک صحابی یہ بھی تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے اہل کوفہ کی تعلیم قرآن کے لئے انہیں کوفہ بھیجا تھا۔ امیر معاویہؓ کے آخر عہد یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۲۰۵۔ محجن بن الادرع اسلمیؓ۔ قدیم الاسلام تھے۔ آخر میں بصرے میں سکونت پذیر ہوئے بعہد خلافت حضرت معاویہؓ اور بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔ انہ مات فی آخر خلافۃ معاویۃ (الاصابہ)

۲۰۶۔ محمد بن الخطاب القرشی الجمحیؓ۔ خود بھی صحابی تھے اور ان کے والد ماجد بھی۔ ملک حبشہ میں جہاں ان کے والدین ہجرت کر گئے تھے پیدا ہوئے اور صحابہ کی اولاد میں "محمد" نام سب سے پہلے ان ہی کا رکھا گیا۔ امیر معاویہؓ کے خاص طرفداروں میں تھے اور انہی کے آخر ایام خلافت میں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

۲۰۷۔ محمود بن الربیع انصاری الاشہلیؓ۔ حدیث کے راوی ہیں۔ ان کا خاندان اہل مدینہ کی بغاوت کے خلاف رہا اور انہی کے محلہ سے گزر کر امیر مسلم بن عقبہؓ کے فوجی دستہ نے شہر پر قبضہ کرکے بغاوت کا قلع قمع کر دیا تھا۔ سال وفات ۹۷ھ ہے۔

۲۰۸۔ محمود بن لبید بن رافع انصاری الاشہلیؓ۔ علمائے صحابہ میں سے تھے۔ راوی حدیث ہیں ۹۶ھ میں وفات ہوئی۔

۲۰۹۔ مروان بن الحکم الاموی رضؓ۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ حضرت مروانؓ کثیر جماعت محدثین کے نزدیک صحابی تھے (البدایہ والنہایہ ص۲۵۷ ج ۸) ۲ھ میں ولادت ہوئی، ان کی روایت سے احادیث صحیح بخاری (کتاب الوکالۃ) میں نیز مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں ہیں۔ جن بزرگوں نے ان سے روایت کی ہے ان میں حضرت سہل بن سعد صحابی ہیں اور تابعین میں علی بن الحسین (زین العابدینؒ) سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیرؒ وغیرہم شامل ہیں۔ حضرت مروانؓ فقہاء المسلمین میں صاحب فتا تھے۔ اخرج اہل الصحاح عدۃ احادیث عن مروانؓ ولہ قول مع اہل الفتیا (ص۱۱ العواصم

من القواصم) ان کے فتاوی و اقضیہ کتاب الموطاء وبعض دیگر کتب اہل سنت والجماعت میں ہیں، جو ائمہ مسلمین کے معمول بہا رہے ہیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ ان کو سید شباب قریش فرمایا کرتے تھے حضرت عثمان ذی النورینؓ کے کاتب (سیکرٹری) رہے۔ امام شافعیؒ نے جناب جعفر بن محمد الباقرؒ کی روایت سے اپنے دادا علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت حسن و حسینؓ، حضرت مروانؓ کی امامت میں نمازیں پڑھا کرتے تھے (ص۲۵۸ ج ۸ البدایہ والنہایہ) کیونکہ حضرت مروانؓ امیر المومنین معاویہؓ کے عہد خلافت میں متعدد مرتبہ مدینہ کے عامل رہے اور ہر سال امیر حج کی حیثیت سے صحابہ و تابعین اور دوسرے مسلمانوں نے ان کی اقتدا میں مناسک حج ادا کئے۔ ان کے خطبات سنے اور ان کی امامت میں نمازیں ادا کیں۔ طبعاً صدر درجہ سیر چشم اور سخی و فیاض تھے۔ علی بن الحسین (زین العابدینؒ) سے ان کو موالات و محبت تھی۔ ایک مرتبہ کسی ضرورت کے وقت چھ ہزار دینار ان کو قرض دے تھے جو ان سے ادا نہ ہو سکے تھے۔ وقت وفات اپنے بیٹے عبد الملکؒ کو وصیت کر گئے کہ یہ رقم وصول نہ کریں۔ آخر میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اور تقریباً چار سو برس تک بشمول خلافت اندلس سیادت و حکمرانی ان کی نسل میں باقی رہی ۶۵ھ میں بعارضہ طاعون جو اس زمانہ میں وبائی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ فوت ہوئے۔ کذابین نے طرح طرح کے اتہامات کے علاوہ ان کی موت کا واقعہ بھی صد درجہ مسخ کرکے مشہور کیا۔ کارل بروکلمین ایک جرمن مستشرق نے اپنی تالیف "تاریخ مسلم اقوام" میں یہ صحیح ریمارک کیا ہے کہ یہ روایت محض کذب و افتراء ہے کہ امیر یزیدؒ کی بیوہ سے جن سے انہوں نے نکاح کر لیا تھا ان کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ حضرت مروانؓ کے بارہ بیٹوں سے نسل چلی۔ ان بیٹوں میں سے عبد الملک اور معاویہ بن مروانؓ حضرت علیؓ کے داماد تھے۔ سیدہ رملہ بنت علیؓ آخر الذکر کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ (کتاب نسب قریش ص۴۵) عبد الملک بن مروانؓ کے ایک بیٹے امیر المومنین ولید بن عبد الملکؒ بن مروانؓ کی زوجہ حضرت حسنؓ کی پوتی زینب بنت حسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب تھیں (کتاب نسب قریش ص۵۲۔ جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۳۸) امیر المومنین عبد الملکؒ کے عقد میں حضرت علیؓ کی جو دختر تھیں ان سے ان کے اولاد نرینہ بھی ہوئی۔ (ص۶۹ ج ۸ البدایہ)

۲۱۰۔ مسلم بن مخلد انصاریؓ۔ صغار صحابہ میں شمار ہے، فتح مصر کے ایک جہاد میں شریک تھے۔ امیر یزیدؒ نے ان کو مغربی افریقہ پر عامل مقرر کیا تھا ۶۳ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔

۲۱۱۔ مسلم بن عقبہ المری۔ بذیل صحابہ ان کا ذکر کیا گیا ہے (الاصابہ) باغیان مدینہ کی سرکوبی کے لئے متعین ہوئے تھے۔ اس وقت کبیر السن بھی تھے اور مریض بھی، مکہ کے راستہ میں فوت ہوئے۔

۲۱۲۔ **مسور** بن مخرمہ بن نوفل القرشی الازہریؓ۔ صحابی بن صحابی۔ امین الامت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بھانجے اور آنحضرت صلعم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے چچیرے بھائی کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ معظمہ بھی صحابیہ و مہاجرہ تھیں۔ ان کا شمار صغار صحابہ میں ہے۔ حضرت علیؓ نے جب حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہا اور ابوجہل کے مارے جانے کے بعد اس کی بیٹی کو جو مسلمہ تھی پیغام دیا، اس کی شکایت حضرت فاطمہؓ نے آنحضرتؐ سے کی آپؐ نے صحابہ کے سامنے اس بارے میں تقریر فرمائی تھی اور کہا تھا کہ میں کبھی اس کی اجازت نہ دوں گا، علیؓ میری بیٹی کو طلاق دیدے، اس تقریر کے بعض فقرات حضرت مسورؓ سے کتب احادیث میں منقول ہیں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت سے جو فتنہ اٹھا ان سے یہ الگ رہے۔ امیر یزیدؒ کے آخر ایام خلافت یعنی ۶۴ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۲۱۳۔ **معاویہ** بن خدیج بن جفنہ بن قتیرہ الصاریؓ۔ ابونعیم۔ سیدنا عمر الفاروقؓ کے عہد خلافت میں مصر کے جہاد میں شرکت کی پھر افریقہ کی فتوحات میں حصہ لیا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ حضرت علیؓ سے بیعت کرنے سے صاف انکار کیا۔ ولم یبایع علیاً بالکلیۃ (البدایہ) ان کے جد اعلیٰ قتیرہ کی نسل میں بحریہ بن حیوۃ بن حارث بن قتیرہ تھا جو حضرت عثمانؓ کے قاتلین میں سے تھا۔ انہی کے ہم جد حضرت الحصین بن نمیرؒ تھے جو بحکم امیر المومنین یزیدؒ حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت لینے اور بصورت انکار گرفتار کر لینے پر متعین ہوئے تھے، آخر میں ان کا محاصرہ کیا تھا۔ حضرت معاویہ بن خدیجؓ حضرت عمرو بن العاصؓ کے بعد کچھ عرصہ مصر کے والی بھی رہے تھے ان کی وفات امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں ہوئی۔

۲۱۴۔ **معاویہ** بن الحکم السلمیؓ۔ صرف ایک حدیث کے راوی ہیں۔ مدینہ منورہ میں بنی سلیم میں رہتے تھے پھر کوفہ جا بسے اور وہیں طویل عمر پا کر ۶۰ھ یا ۶۱ھ میں وفات پائی۔

۲۱۵۔ **معبد** بن خالد الجہنی، ابو زرعہؓ۔ قدیم الاسلام تھے۔ فتح مکہ میں اپنی قوم کے ان چار صحابہ میں سے یہ بھی تھے جو جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ ۷۲ھ میں انتقال ہوا۔

۲۱۶۔ **معبد** بن یربوع مخزومیؓ۔ فتح مکہ میں اسلام لائے۔ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ نبی کریمؐ نے پچاس اونٹ مال غنیمت میں ان کو عطا فرمائے۔ ایک سو برس کی طویل عمر پائی اور امیر یزیدؒ کے اوّل عہد خلافت میں رحلت کی۔

۲۱۷۔ **معقل** بن سنان الاشجعیؓ ابو یزید۔ فتح مکہ میں رسول اللہ صلعم کے ہم رکاب تھے خوبصورت

و خوب سیرت و فاضل صحابی تھے کہتے ہیں کہ یوم حرہ میں مقتول ہوئے۔

۲۱۸۔ **معقل** بن یسار المزنیؓ۔ ابو عبد اللہ راوی حدیث ہیں۔ حدیبیہ میں موجود تھے۔ آخر میں بصرے جا بسے تھے۔ امیر زیاد کے زمانے میں جو نہر وہاں کھودی گئی انہی کے نام سے "نہر معقل" کہلائی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں بڑھاپے عالم جاودانی ہوئے۔ عاش الی امرۃ یزید (الاصابہ)

۲۱۹۔ **معن** بن یزید السلمیؓ۔ یہ ان کے والد اور دادا سب صحابی تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے باپ دادا کے ساتھ بدر میں موجود تھے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ سے تقرب خاص حاصل تھا صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کے کیمپ میں تھے۔ امیر المومنین عبد الملکؒ کے اول عہد خلافت میں وفات ہوئی۔

۲۲۰۔ **مقدام** بن معدی کرب الکندی ابو کریمہؓ۔ وفد کندہ کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ سکونت شام کے مقام حمص میں تھی اور وہیں ۸۷ھ میں منزل آخرت طے کی۔

۲۲۱۔ **مولہ** بن کثیف بن حمل الضبابیؓ بیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے ہم جلیس رہے۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے اور اس وصف کی بنا پر "ذو اللسانین" کہلاتے تھے۔ انہی کے داداعم کے بنو اعمام میں شمر ذی الجوشن کا گھرانا تھا۔ حضرت مولہؓ نے ایک سو بیس برس کی طویل عمر پائی اور امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

۲۲۲۔ **نعمان** بن بشیر انصاریؓ، ابو عبد اللہ۔ رسول اللہ صلعم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد انصار میں سب سے اول انہی کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ کی رحلت کے زمانہ میں دس سال کی عمر تھی۔ صحابی بن صحابی ہیں۔ انہی کے والد حضرت بشیرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں سب سے پہلے سیدنا ابو بکر الصدیقؓ کی بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد کوفہ میں مسکن گزین ہو گئے تھے حضرت عثمان ذی النورینؓ کی مظلومانہ شہادت کے زمانہ میں کوفہ سے حجاز آئے ہوئے تھے، یہاں سے دمشق جا کر سب حالات سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطلع کیا تھا۔ صفین کے معرکہ میں انہی کے ساتھ تھے۔ ان کے عہد خلافت میں یمن اور کوفہ کے والی رہے۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ میں بھی کوفہ کے والی تھے۔ طبعاً نرم مزاج تھے۔ مسلم بن عقیلؒ کے کوفہ آنے پر جب سبائی جماعت کے پروپیگنڈے سے حکومت وقت کے خلاف بغاوت پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت نعمانؓ نے امن قائم رکھنے کی بہتیری کوشش کی مگر فتنہ بڑھتا رہا۔ ناکام رہ کر معزول کئے گئے پھر ملک شام کے مقام حمص میں مقیم ہوئے۔ امیر یزیدؒ کی وفات کے بعد اہل حمص کو حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کی بیعت خلافت پر آمادہ کرنا چاہا اسی فتنہ کے زمانہ میں مقتول ہوئے

۲۲۳۔ **نوفل** بن معاویہ الدیلیؓ۔ غزوہ خندق کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک رہے۔ عہد رسالت میں جب سیدنا ابوبکر الصدیقؓ نے امیر حج ہو کر لوگوں کو حج کرایا۔ حضرت نوفلؓ نے ان کے ساتھ حج کیا تھا، پھر حجۃ الوداع میں بھی موجود رہے۔ طویل عمر پائی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں منزل عقیق کی مات بالمدینۃ فی خلافۃ یزید بن معاویۃ۔ (کتاب المعارف ابن قتیبہ و الاستیعاب)

۲۲۴۔ **واثلہ** بن الاسقع کنانی اللیثیؓ۔ اصحاب صفہ میں شمار ہے۔ آنحضورؐ کے حضور میں اکثر رہتے۔ آپ کی رحلت کے بعد دمشق کے قریب موضع بلاط میں سکن گزین ہوتے اور وہیں سو برس سے زیادہ عمر میں فوت ہوئے۔ سال رحلت ۸۵ یا ۸۶ھ ہے۔

۲۲۵۔ **الولید** بن عبادہ بن الصامتؓ۔ صحابی اور صحابی جلیل کے فرزند، صلحائے وقت میں سے تھے امیرالمومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔

۲۲۶۔ **الولید** بن عقبہ بن ابی معیط القرشی الاموی۔ سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے دودھ شریک بھائی اور رسول اللہ صلعم کی پھوپی ام حکیم بنت عبدالمطلب کے نواسے فتح مکہ کے وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آنحضرتؐ نے صدقات بنی المصطلق کے وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ملنے بستی سے باہر نکل کر آتے یہ سمجھے کہ لڑنے آتے ہیں فوراً واپس چلے آتے تھے۔ سیدنا ابوبکر الصدیقؓ نے صدقات قضاعہ پر مامور کیا، پھر شرق الاردن پر امیر عسکر کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے صدقات بنی تغلب پر مامور کیا۔ خلافت عثمانی میں کوفہ کے عامل رہے۔ عدل و انصاف، نرم مزاجی و احسان پروری کی بناء پر بڑے اچھے والی تھے۔ وکان خیراً لا تهاعدٌ کا ورفقاً واحساناً (مرءۃ العوام من القواصم) مفسدین نے ان کی نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھایا، شراب نوشی کا اتہام لگایا چار سال تک فرائض مفوضہ بحسن و خوبی انجام دینے کے بعد معزول کئے گئے۔ کوفہ کے قریب مقام الرقہ میں سکونت اختیار کی، خانہ جنگیوں سے قطعاً الگ رہے۔ ان کے بھائی خالد بن عقبہ بھی ان کے ساتھ رہتے تھے، وہ حضرت حسینؓ کی نماز جنازہ میں شریک تھے (جمہرۃ الانساب ابن حزم صـ۱۰۱) حضرت ولید نے بزمانہ خلافت یزیدؒ ۶۳ھ میں وفات پائی۔

۲۲۷۔ **وہب** بن عبداللہ ابوجحیفہ العامریؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ بشر بن مروانؓ کے زمانہ امارت میں فوت ہوئے۔ انہی کے بنو اعمام میں حضرت جابر بن سمرہؓ صحابی تھے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھانجے اور حضرت حسینؓ کے خروج کے زمانہ میں امیر زیاد کے کوتوال تھے۔ حضرت وہب کا سال وفات ۶۴ھ ہے۔

۲۲۸۔ **بلال** بن حارث مزنیؓ۔ ابو عبدالرحمٰن ۵ھ میں وفد مزینہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فتح مکہ میں شریک تھے اور اپنی قوم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر میں بصرہ جا رہے تھے وہیں امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں رحلت کی۔

۲۲۹۔ **یزید** بن الاسود الجرشی السکونیؓ۔ بڑے عابد و زاہد صحابی تھے ملک شام میں سکن گزین تھے جب کبھی وہاں امساک باران سے قحط پڑتا انہی کی امامت میں نماز استسقا پڑھی جاتی اور دعائیں مانگی جاتیں۔

۲۳۰۔ **یزید** بن شجرہ الرہادی۔ حدیث کے راوی ہیں۔ مجاہد تھے اور ایک جہاد میں جام شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۵۸ھ کا بتایا گیا ہے۔

۲۳۱۔ **یزید** بن رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب القرشیؓ صحابی بن صحابی و راوی حدیث۔ دیگر اشخاص کے علاوہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسینؒ نے بھی ان سے روایت کی ہے انہی کے بھائی کی اولاد میں امام شافعی ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی اور بقول دیگر امیرالمومنین عبدالملکؒ کے زمانہ خلافت میں۔

۲۳۲۔ **یسار** بن بلال ابی لیلیؓ۔ صحابی و راوی حدیث ہیں۔ ان کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن بن یسار بن ابی لیلی متوفی ۱۴۸ھ اموی عہد کے آخر سے امیرالمومنین ابوجعفر المنصور عباسیؒ کے عہد خلافت تک کوفہ کے عہدہ قضا پر مامور رہے تھے حضرت یسارؓ کا انتقال حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں ہوا۔

۲۳۳۔ **بشیر** الانصاریؓ۔ ان صحابی رسول اللہ صلعم نے امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے بارے میں جس خیال کا اظہار کیا تھا ابو عوانہؒ حمید بن عبدالرحمٰن کی یہ روایت نقل کی ہے:۔

دخلت علی بشیر رجل من اصحاب النبی حین استخلف یزید بن معاویۃ فقال انهم یقولون ان یزید لیس بخیر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانا اقول ذلک ولکن لان یجمع اللہ امر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احب الی من ان یفترق قال النبی صلعم لا یاتیک فی الجماعۃ الا خیر (الاستیعاب ج ۱ صـ ۶۱)

یزید بن معاویہ کے استخلاف کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے صحابہ میں سے ایک صاحب کے پاس حبیب گیا (یعنی حضرت بشیرؓ کے پاس) تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمد صلعم میں سے بہترین شخص نہیں ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو اگر کسی کام پر متفق کر دے یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تفرقہ پڑے کیونکہ نبی صلعم کا ارشاد ہے کہ جماعت ہی میں اچھائی ہے۔

حاصل کلام

عہد رسالت و صدر اسلام کی جن محترم ہستیوں — ازواج مطہرات و صحابہ کرام — کے اسمائے گرامی اور مختصر حالات ابتدائی صفحات میں درج ہیں باعتبار خصوصیات و شان امتیاز حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ازواج مطہرات (امہات المومنین)	۵
۲۔ اصحاب عشرہ مبشرہ	۲
۳۔ بدری صحابہ	۱۸
۴۔ اصحاب بیعت الرضوان	۱۴
۵۔ دیگر صحابہ	۲۳۳
	۲۷۲ لہ

ان میں سے تقریباً ایک تہائی یعنی (۸۳) تو امیر یزیدؒ کی ولیعہدی (۵۱۔ ۶۰) ھ کے مختلف سنین میں رہ گرائے عالم جاودانی ہوتے، باقی (۱۸۹) ان کے عہد خلافت میں حیات رہے اور بعض اس کے بھی بعد تک۔ ان میں سے کسی ایک صحابی نے بھی حضرت حسینؓ کے خروج میں نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ اس غلط اقدام کی موافقت کی۔ سب کے سب خلیفہ وقت کی بیعت پر مستقیم رہے بلکہ جنہیں موقع ملا انہوں نے حضرت حسینؓ کو منع کیا، روکا، اور نصیحتیں کیں۔

لہ یہ تعداد تو ان صحابہ کی ہے جن کے سنین وفات صراحتاً کتب سیر و اسماء الرجال میں مذکور ہیں ورنہ متعدد صحابہ ایسے ہیں جن کے سنین وفات کہیں درج نہیں لیکن ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت تک اور بعض اس کے بعد تک بقید حیات تھے ان کو شامل فہرست نہیں کیا گیا اور نہ صحابیات کو ورنہ یہ تعداد تین سو سے بھی زائد ہو جاتی۔

اُمّہاتُ المومنین

غیر صحابی خلفائے اسلام میں امیر یزیدؒ ہی تنہا خلیفہ ہیں جن کی یہ خوش بختی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواج مطہرات ان کے ایام ولی عہدی میں حیات تھیں، اور ایک ان کے اول عہد خلافت میں۔ سنین وفات کے اعتبار سے ان کے مختصر حالات یہ ہیں:۔

اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ یہ امیر یزیدؒ کی پھوپی تھیں، سنہ وفات عام طور سے ۴۴ھ ہے، کتاب المحبر کے مؤلف ابو جعفر بن حبیب متوفی ۲۴۵ھ نے البتہ ۵۹ھ بیان کیا ہے مگر قول اول زیادہ مستند ہے، زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد حضرت معاویہؓ مع اہل و عیال پہلی مرتبہ ۴۴ھ میں مدینہ آئے تھے، اس وقت امیر یزیدؒ گو کہ بائیس سالہ نوجوان تھے اپنی محترم پھوپی کی زیارت سے مشرف ہوئے، ان کی دعائیں لینے کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔ خلیفہ مظلوم شہید حضرت عثمانؓ پر بلوائیوں کی یورش کو ام المومنین موصوفہ جس درجہ فعل شنیعہ جانتی تھیں وہ ان کے جرأت مندانہ اقدام سے ثابت ہے کہ مسلح بلوائیوں کے نرغہ کے باوجود انہوں نے امیر المومنین کے گھر پانی پہنچانے اور بنی امیہ کے یتامیٰ کے وصایا و اوقاف کے بارے میں امیر المومنین عثمانؓ سے گفتگو کی کوشش میں جسمانی اذیت بھی برداشت کی تھی، قاتلین سے قصاص لیے جانے میں اپنے بھائی کے اقدام کو اسی طرح ضروری و مستحسن جانتی تھیں جس طرح ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس کا ذکر اپنے محل پر آگے آتا ہے۔

۲۔ ام المومنین حفصہؓ ان کے سنہ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ۴۵ھ میں وفات پانا صحیح ہے تو یہ محترم خاتون بھی امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں حیات تھیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہدایت کی تھی کہ اس مجلس میں فوراً شریک ہوں جس کے لئے ان کو بلایا جا رہا تھا، ایسا نہ ہو کہ عدم شرکت کی بنا پر کوئی صورت

اختلاف کی پیدا ہو اور یہ بات کہنے کے لئے وہ غسل خانہ سے اتنی عجلت سے برآمد ہوئیں کہ بال بھی سکھانے نہ پائیں تھیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے بھائی کو مدینہ ہی کی کسی مجلس میں طلب کیا گیا تھا نہ دومۃ الجندل جیسے بعید تر مقام پر جیسا بعض لوگوں نے غلط سمجھا ہے یہ معاملہ تحکیم (ثالثی) کا نہ تھا بلکہ امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کا مسئلہ تھا حضرت ابن عمرؓ نے امیر یزیدؒ کی ولیعہدی اور خلافت کی بیعت بلا تذبذب کی تھی ان کے اس عمل سے ان کی محترم بہن کے موقف پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

۳-اُمّ المومنین جویریہؓ یہ بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون قبیلہ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی دختر تھیں۔ بنو المصطلق قبیلہ خزاعہ سے تھا اور اس قبیلے سے بنو کلب کے تعلقات مصاہرت و حلیفی تھے جو امیر یزیدؒ کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ اُمّ المومنین موصوفہ امیر یزیدؒ کے ایام ولیعہدی میں موجود تھیں ۵۶ھ سنہ وفات ہے

اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ حضرت جویریہؓ کے انتقال سے تین سال بعد یعنی ۵۹ھ میں اُم المومنین ام سلمہؓ کی وفات ہوئی، بالفاظ دیگر حادثہ کربلا سے تقریباً سوا سال پہلے۔ جملہ معتبر و مستند مورخین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ۵۹ھ کے ماہ شوال میں ان کی وفات ہوئی اور نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی جو خود بھی اسی سال کے آخر میں فوت ہوئے تھے۔ (المعارف ابن قتیبہ ص۶۰ و طبری ص۲۷ ج۱۳ و تنبیہ الاشراف مسعودی ص۳۰۳ و البدایہ والنہایہ ص۱۱۴ ج۸ و دیگر کتب) واقدی نے حضرت ابوہریرہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں صراحتاً بیان کیا ہے کہ:-

وھوالذی (اعنی ابوھریرۃ) صلی علی عائشۃ فی رمضان وعلی اُمّ سلمۃ فی شوال سنۃ تسع و خمسین ثم توفی ابوھریرۃ بعدھما فیھا۔

اور انہوں نے (یعنی ابوہریرہؓ نے) ۵۹ھ کے ماہ رمضان میں حضرت عائشہ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر ماہ شوال میں حضرت ام سلمہؓ کے جنازے کی اس کے بعد خود ابوہریرہؓ کا ان دونوں کے بعد اسی سنہ میں انتقال ہوا۔

(ص۱۱۴ ج۸ البدایہ والنہایہ)

وضاعین نے حضرت ام سلمہؓ کا نام متعدد وضعی روایتوں اور حدیثوں میں بار بار لیا

ہے، مثلاً خروج مہدی اور کساء کی موضوعات میں اسی طرح مقتل حسین کی چند روایتیں گھڑ کر ان سے منسوب کر دی ہیں اور اس غرض سے ان کے سنہ وفات (یعنی ۵۹ھ) سے تین چار سال بعد تک ان کو زندہ قرار دے لیا ہے۔

اُمّ سلمہؓ کی روایت سے چونکہ متعدد وضعی حدیثیں اور روایتیں بیان ہوئی ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ مقتل حسین کے بعد تک زندہ رہیں مگر ساتھ ہی "واللہ اعلم" کہہ کر شبہ کا اظہار بھی کرتے جاتے ہیں۔ اب دو ایک وضعی حدیثیں اور روایتیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت ام سلمہؓ متوفی ۵۹ھ سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے سر اور ریش مبارک کے بال گرد آلود تھے وجہ پوچھنے پر فرمایا "میں حسین کے مقتل سے ابھی واپس آ رہا ہوں"۔ اسی کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منسوب کیا ہے "میں نے ٹھیک دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ہاتھ میں شیشہ کا برتن تھا جو خون سے بھرا ہوا تھا دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا "ھذا دم حسین واصحابہ" (یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے) پھر حضرت اُمّ سلمہؓ سے یہ قول بھی منسوب کیا ہے کہ میں نے جنوں کی عورتوں کو حسینؓ پر ماتم کرتے اور ان کا نوحہ پڑھتے سنا جس میں قاتلوں پر تمام اہل آسمان اور سب نبی و رسول موسیٰ و عیسیٰ لعنت بھیج رہے ہیں۔ نوحہ کے چند عربی شعر بھی حضرت موصوفہ کی زبان سے نقل کر دیے ہیں، آخری شعر ہے۔

قد لعنتم علی لسان ابن داؤد و موسیٰ وصاحب الانجیل

لطف یہ ہے کہ چند سطر بعد یہ علامہ فرماتے ہیں کہ مقتل حسین کے بارے میں شیعوں نے کثیر تعداد میں حدیثیں وضع کی ہیں جو سر تا سر جھوٹ ہیں (کذبا فاحشا) چند مثال بھی دی ہیں، مثلاً قتل حسین کے دن آفتاب کو گہن لگا اور آسمان سیاہ پوش ہو گیا کہ تاریکی پھیل گئی تارے چمکنے لگے، آسمان سے خون برسنے لگا، جس پتھر کو اٹھاتے نیچے سے خون نکلتا تھا وغیرہ وغیرہ ان کے متعلق تو فرماتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب و احادیث موضوعہ ہیں، کوئی بات بھی صحیح نہیں لیکن اُمّ سلمہؓ و ابن عباسؓ کے نام کی روایتوں کو یہ کہہ کر باور کر لیا کہ ان کے اسناد قوی ہیں۔ روایت پرستی نے دراہتاً غور کرنے کا موقع نہ دیا اور ۵۹ھ کی متوفی

خاتون کو ۶۳ھ تک زندہ قرار دے لیا حالانکہ کتب تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں جن کی وفات سب سے آخر میں ہوئی وہ ام المومنین میمونہ رضہ متوفی ۶۱ھ تھیں۔ نہ ام المومنین ام سلمہ رضہ متوفی ۵۹ھ۔

ام المومنین میمونہ رضہ

یہ امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت تک حیات تھیں ۶۱ھ میں وفات ہوئی، ابن قتیبہ نے سنہ وفات البتہ ۳۸ھ لکھا ہے اور بعض نے ۵۱ھ اور ۶۳ھ اور ۶۶ھ لیکن علامہ ابن جریر طبری نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ:-

وتوفیت میمونة سنة ۶۱ فی خلافة یزید بن معاویة وہی آخر من مات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص۱۷ ج۱۳ طبری)

اور حضرت میمونہ رضہ کا انتقال ۶۱ھ میں بزمانہ خلافت یزید بن معاویہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں آپ ہی زوجہ ہیں جو سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔

حضرت میمونہ رضہ حضرت عبداللہ بن عباس رضہ کی خالہ تھیں[1]، بچپن میں وہ اکثر ان کے گھر رہتے، راتوں کو اٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے، وضو کے لئے پانی لاکر رکھتے؛ ازدیاد علم و فہم قرآن کی دعائیں لیتے ان کی برکت تھی کہ ابن عباس رضہ اعلم اہل زمانہ ہوتے جرامت کہلائے، وہ امیر یزیدؒ کی علمی و اخلاقی صلاحیتوں، ان کی نیکی و نیک کرداری کے معترف تھے۔ ولیعہدی و خلافت کی بطیب خاطر خود بیعت کی اور دوسروں کو بھی ترغیب دی۔ حضرت میمونہ رضہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً

---

[1] ام المومنین میمونہ رضہ کی سب بہنیں اکابر قریش و اعیان بنی ہاشم کو بیاہی گئیں۔ ایک بہن حضرت خالد سیف اللہ رضہ کی والدہ تھیں دوسری زینب نام حضرت حمزہ رضہ عم رسول اللہ کی زوجہ تھیں تیسری اسماء حضرت جعفر طیارؓ کو بیاہی تھیں، ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق رضہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی رضہ نے ان سے عقد کیا۔ چوتھی حضرت عباس رضہ بن عبدالمطلب عم رسول اللہ کے حبالہ عقد میں تھیں۔ پانچویں حضرت شداد الہاد اللیثی کی زوجہ تھیں۔

نصف صدی تک حیات رہیں ان کے گھر کے پاک ماحول کے اثرات تھے کہ ان کے غلام یسار کے چاروں بیٹے عطاء و سلیمان و مسلم و عبدالملک عالم فاضل فقہائے مدینہ میں سے تھے، یہی حالت دوسری ازواج کے لواحقین کی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضہ متوفی ۵۹ھ کے غلام شیبہ بن نصاح فن قرأة میں اہل مدینہ کے امام تھے اور حضرت موصوفہ کی کنیز خیرہ کے فرزند حسن بصری فضلائے تابعین میں ہوئے۔ (المعارف ابن قتیبہ ص۶۰)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبوب ترین زوجہ امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں کئی سال حیات رہیں۔ محبوبیت کا یہ درجہ حسن و جمال کی بدولت نہیں بلکہ فطری ذکاوت و ذہانت، غیر معمولی فراست و فرزانگی نیز دیگر اوصاف و صفات حسنہ روشن نگہی و بلند خیالی واصابت رائے اور معاملات کی سوجھ بوجھ کے سبب حاصل تھا۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے محترم شوہر کی نگاہ میں وہ بلند مقام حاصل کیا جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ وہ ایسی زوجہ تھیں جو اپنے شوہر کی عظیم شخصیت سے تبادلہ احساس و شعور کرتیں، ایسی ذہین و فطین شاگرد تھیں جو معلم اعظم و اکمل سے "کتاب و حکمت" کا درس لیتیں اور اس میں ایسی پختگی پیدا کرلیتیں کہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد فقہ و سنت کے مسائل میں مرجع خلائق بن گئیں، اسی کے ساتھ وہ ایسی فرمانبردار رفیقہ حیات تھیں کہ کاشانہ نبوت کی روز افزوں و گونا گوں ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اپنے عالی مرتبت شوہر کی نہ صرف شریک و سہیم تھیں بلکہ چند سال بعد سے خانگی معاملات کی ذمہ داریوں کو اکثر و بیشتر خود ہی انجام دیتیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پبلک مصروفیات اس زمانہ سے آخر وقت تک اتنی کثیر و متوافر اور متنوع ہوتی گئیں کہ پرائیویٹ معاملات کی جانب توجہ ہونے کا نہ وقت تھا نہ فرصت[1]۔

---

[1] اسی زمانہ میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضہ کے پانچ بچے اوپر تلے پیدا ہوئے۔ اپنی گوناگون مصروفیات میں آپ کو اپنے ان نواسہ نواسیوں کو گود میں چڑھانے جڑھانے پھرنے کا جیسا وضعی روایتوں میں بیان کیا جاتا ہے موقع ہی کہاں تھا یہ سب مبالغات ہیں اور جس مقصد سے ہیں ؟

عیاں ہے از عیاں راچہ بیان۔

خانگی امور کی مصروفیات کے باوجود حضرت عائشہ رضؓ اکتساب علم میں مستعد رہتیں طبی معلومات کے بارے میں عروہ بن الزبیرؓ کے سوال کا یہ جواب کتب احادیث وغیرہ میں منقول ہے:۔

قالت ای عروۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستقم عند آخر عمرہ فکانت تقدم علیہ وفود العرب من کل وجہ فتنعت لہ الانعات فکنت اعالجہا لہ فمن ثم۔

فرمایا اے عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر میں علیل تھے اور آپ کے پاس عرب کے وفد آیا کرتے تھے وہ طرح طرح کی دوائیں اور ان کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ میں ان دواؤں کو تیار کرتی تھی بس میری معلومات اسی وجہ سے ہیں۔

علوم دینیہ میں ایسا تبحر تھا کہ اکابر صحابہ علمی مسائل اور مشکلات میں ان ہی کی جانب رجوع کرتے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ جیسے فاضل صحابہ کی روایت ہے کہ:۔

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علماً۔

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کوئی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس سے اس کے متعلق معلومات نہ ملی ہوں۔

اسی طرح امام الزہری فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ اکابر صحابہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے (یسئلھا الاکابر من اصحاب رسول اللہ)

حضرت عروہ بن الزبیرؓ جو علم میں ان کے فیض یافتہ تھے کہتے ہیں:۔

ما رأیت احداً اعلم بالقرآن ولا بفریضۃ ولا بحلال ولا بفقہ ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا بنسب من عائشۃ

قرآن و فرائض، حلال و حرام، فقہ و شاعری طب و واقعات تاریخ عرب اور انساب کا عالم میں نے عائشہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا

انساب کی معلومات اور تاریخ عرب و شاعری میں یہ اعلیٰ درجہ انہوں نے اپنے

والد ماجد حضرت ابوبکرؓ کے فیضان تعلیم و تربیت سے جوان علوم میں مہارت رکھتے حاصل کیا تھا۔ شعرائے عرب کے بے شمار اشعار نیز امثال حافظ میں محفوظ تھے جنہیں برمحل اور بیساختہ استعمال کرتیں۔ یہ واقعہ مختلف طریقوں سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک گانٹھ رہے تھے، تپش زیادہ ہونے کے سبب پسینہ جبین مبارک سے رخساروں پر بہہ رہا تھا حضرت عائشہؓ پاس کھڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: عائشہ تم کچھ حیران سی نظر آتی ہو؟ عرض کیا: ابو بکر ہذلی آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ اس کے اشعار کے مصداق آپ ہی ہیں۔ فرمایا اس نے کیا کہا ہے یہ حضرت عائشہ نے اس کے شعر سنائے جن میں سے ایک یہ تھا:

واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ ؛ برقت بروق العارض المتھلل

اگر تم اس کے چہرے کے خطوط کی طرف دیکھو ؛ تو ایسا نظر آئے گا جیسے چمکنے والے ابر میں بجلیاں کوندرہی ہوں۔

شعر سن کر آپ نے فرط انبساط سے حضرت عائشہؓ کو چوم لیا اور فرمایا: عائشہ تم نے مجھے خوش کر دیا خدا تمہیں خوش رکھے!

اپنے والد ماجد کے ایام علالت میں اکثر پاس بیٹھی رہتیں، تیمارداری کرتیں اور موقع و محل کے اعتبار سے شعر بھی سناتیں جن کے متعدد نمونے کتب سیر میں منقول ہیں اپنے عظیم المرتبت شوہر سے جو گہری محبت تھی اس جذبہ کا یہ ترجمہ دو بیتیں ہیں، سادہ سے بول ہیں جذبات محبت سے بھرپور، دنیا والوں کا بھی آفتاب ہے اور ہمارا بھی مگر ہمارا اس سے بہتر ہے لوگوں کا آفتاب تو بعد فجر طلوع ہوتا ہے اور میرا بعد عشاء سے

لنا شمس وللآفاق شمس ؛ وشمسی خیر من شمس السماء

لہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ نے حضرت علیؓ سے منسوب ایک خطبہ کی شرح کرتے ہوئے جس میں ان الفاظ سے کہ یہ واما فلانۃ) مراد حضرت عائشہ سے لی گئی ہے اور ساتھ ہی ام المومنین موصوفہ پر زہرافشانی بھی کی گئی ہے۔ یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ فقیہہ بھی تھیں اور یہ راویۃ للشعر بھی ۔۔۔

وشمس الناس تطلع بعد فجر ؎ وشمسی یطلع بعد العشاء

ایام عرب کے حوادث ہی نہیں عرب جاہلیتہ کے رسوم ورواج، ان کے مختلف قبائل کے انساب وطرز معاشرت کی وسیع معلومات حاصل تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ کاشانۂ نبوت میں آنے سے قبل ہی پیارے باپ کی تعلیم وتربیت سے جن کی وہ چہیتی بیٹی تھیں، میکے ہیں حاصل کیا تھا۔ ان حالات کی روشنی میں کیا یہ روایت قرین صحت قرار دی جا سکتی ہے کہ عائشہؓ وقت نکاح چھ برس کی اور بوقت رخصتی آٹھ نو برس کی نادان بچی تھیں، گڑیاں کھیلتی حرم نبوی میں آئی تھیں اور ستم یہ ہے کہ یہ سب باتیں خود انہی کی زبانی وضعی روایتوں میں بیان ہوئی ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ محقق مورخ کہلاتے ہیں، حضرت عائشہؓ کے تذکرے میں تو وہی علتی سی بات ان کی عمر کے بارے میں کہہ جاتے ہیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت اسماء کے حالات بیان کرتے ہوئے حق بر زبان جاری اس امر کا صراحتاً اظہار بھی کردیتے ہیں کہ اسماء کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی، بوقت وفات وہ سو برس سے زائد عمر کی تھیں اور اپنی چھوٹی بہن عائشہؓ سے دس برس بڑی تھیں (وھی اکبر من اختھا عائشۃ بعشر سنین۔ ص۳۴۶ ج البدایہ) اب دیکھئے ۷۳ھ میں جس خاتون کی وفات سو برس سے زیادہ عمر میں ہو۔ سنہ ۱ھ میں وہ ۲۷ برس کی ہوں گی اور ان سے دس برس چھوٹی سترہ برس کی۔

علامہ موصوف ہی کی مندرجہ بالات تصریحات سے نیز اکمال فی اسماء الرجال و تجرید بخاری وغیرہ کی تشریحات سے جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓ رخصتی کے وقت آٹھ نو برس کی نہیں بلکہ سترہ اٹھارہ برس کی تھیں تو کیا یہ روایت پرستانہ تقلید جامد کا نتیجہ نہیں کہ حقائق سے چشم پوشی کرکے چھ اور آٹھ نو برس کی وضعی روایتوں کو صحیح کردیا اور اس بات کا مطلق لحاظ نہ کیا کہ آٹھ نو برس کی لڑکی کو تاریخ ایام عرب وکلام عرب وعلم الانساب میں ایسی دستگاہ کب حاصل ہوسکتی جیسی حضرت عائشہؓ کو کاشانۂ نبوت میں آنے سے پہلے ہی حاصل تھی۔ شادی کے بعد تو فن شعر وغیرہ کی تحصیل کا کوئی موقع نہ تھا آنحضرت

؎ محمد حسین ہیکل نے اپنی تالیف "حیاۃ محمد" میں بوقت خلوت صحیحہ ان کی عمر دس گیارہ برس کی بتائی ہے (ص۲۳۳)

صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور تعلیم سے ان کی صلاحیتوں میں چار چاند لگ گئے۔ اکتساب علم کی غیر معمولی استعداد اور فطری ذہانت سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگئیں۔

بخاری میں ابو عثمان النہدیؓ صحابی سے روایت ہے کہ میں نے جب آنحضور سے دریافت کیا کہ آپ کو سب لوگوں میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے فرمایا "عائشہ" پھر عرض کیا، اور مردوں میں، ارشاد ہوا "ان کے باپ"۔ آپ کی اس محبت کو دیکھ کر آپ کی سن رسیدہ زوجہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دیدیا تھا، صحابہ بھی اکثر ان ہی دنوں میں ہدیے بھیجتے تھے۔ اس کے متعلق جب حضرت ام سلمہؓ نے شکایت کی آپ نے فرمایا تھا:-

یا ام سلمۃ! لا تؤذینی فی عائشۃ فانہ واللہ ما نزل علی الوحی فی بیت وانا فی لحاف امرأۃ منکن غیرھا۔

(صحیح بخاری ص۵۳۲ ج والبدایہ ص۹۳ ج)

اے ام سلمہ! عائشہ کے معاملہ میں تم مجھے اذیت مت پہنچاؤ کیونکہ بخدا ان کے سوا تم بیویوں میں کوئی بھی بیوی ایسی نہیں جس کے لحاف میں ہونے کی حالت میں میرے پاس وحی آئی ہو۔

سبحان اللہ! کیا بلند مرتبہ ہے ان حبیبہ رسولؐ کی طہارت طینت وپاکیزگی کا پھر کیوں نہ آپ کو اس درجہ محبوب ہوتیں کہ دوسروں سے بھی یہی چاہتے کہ وہ ان سے محبت کریں۔ بعض دیگر ازواج کے پیامبر کی حیثیت سے جب حضرت فاطمہؓ نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کچھ گزارش پیش کی آپ نے فرمایا:-

یا بنیۃ! الا تحبین من احب قالت قلت بلی قال فاحبی ھذہ۔

(ص۹۳ ایضاً)

اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہ کروگی جس سے ہم محبت کرتے ہیں، کہتی ہیں میں نے عرض کیا ضرور، ارشاد ہوا پھر ان سے (عائشہ سے) محبت کرو۔

زمانہ بیوگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ کے آخری ایام اپنی ان حبیبہ ہی کے حجرے میں بسر کئے، علالت کے دنوں میں وہی زیادہ تر تیمارداری کرتیں۔ وفات سے ذرا پہلے آپ کی خواہش کا احساس کرکے حضرت عائشہؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کرکے پیش کی جسے آپ نے دندان مبارک پر اچھی طرح مَلا اور

اس طرح ان کا اور آپ کا لعاب دہن دنیا کی آخری اور حیات ابدی کی اولین ساعت میں اللہ تعالیٰ نے یکجا کر دیا پھر اپنی اپنی محبوب رفیقہ حیات کے باری کے دن انہی کے حجرے میں انہی کے آغوش میں اور انہی کے سینے سے لگ کر روح پاک عالم قدس کو صعود کر گئی اور بعد وفات انہی کے حجرے میں مدفون ہوئے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہؓ ۴۸ برس حیات رہیں، بیوگی کی یہ طویل مدت علم دین کی خدمت میں بسر کی۔ دو ہزار سے زیادہ حدیثیں ان سے مروی ہیں خلفائے ثلاثہ کے زمانوں میں فتوے دیتیں۔ بعض معرکۃ الآرا مسائل یعنی معراج، علم غیب رویت باری تعالیٰ، عصمت انبیاء کے بارے میں جو تشریحات کی ہیں وہ ان کے تبحر علمی ذکاوت و ذہانت و بالغ نظری کا ثبوت ہیں۔ مجتہدین صحابہ میں ان کی علمی حیثیت سب سے بلند و بالا تھی۔ علم الفرائض میں یکتا حیثیت رکھتی تھیں۔ وضعی روایتوں میں "باب العلم" کی کیسی کچھ شہرت ہے مگر حضرت عائشہؓ تو بجا طور سے "شہر علم" کی ملکہ تھیں۔ سیکڑوں تابعین کرام ان کے دامن تربیت سے پروان چڑھے جن میں ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ اور بھانجے عروہ بن الزبیرؓ ممتاز تھے۔

نہایت فصیح البیان، شیریں زبان، بلند آواز تھیں۔ مسائل دینیہ کے علاوہ اکابر صحابہ امت محمدیہ کے سیاسی معاملات میں بھی مشورہ لیتے۔ حضرت عثمان ذی النورینؓ کو

---

[1] وفات سے چند گھنٹے پہلے آنحضورؐ کے چہرۂ انور پر ایسی رونق تھی کہ سب کو آپ کی صحتیابی کا یقین ہو گیا تھا حضرت عباسؓ و علیؓ و فاطمہؓ سب اپنے گھروں کو چلے گئے تھے، حضرت ابوبکر الصدیقؓ جو آپ کے اشتداد مرض کی حالت میں کئی دن سے گھر نہ جا سکے تھے آپ سے اجازت لے کر اپنے گھر چلے گئے تھے۔ آپ کے انتقال کے وقت سوائے حضرت عائشہؓ اور کوئی حجرے میں موجود نہ تھا گر وضعی روایتوں میں حضرت فاطمہؓ اور ان کے بچوں کی موجودگی ہی کو نہیں دائمی جدائی کے خیال سے کچھ کلمات بھی وضع کر کے آپ سے منسوب کئے گئے ہیں ابن ابی الحدید نے تو یہاں تک لکھ مارا ہے کہ حضرت علیؓ و فاطمہؓ آنحضورؐ کو ایام علالت میں گھر لے جا رہے تھے تاکہ خود تیمارداری کریں مگر یہ سب وضعی باتیں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ حضورؐ نے اپنی محبوب زوجہ ہی کے آغوش میں آخری سانس لیا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب سبائی انقلابی اور ان کے حامی طرح طرح ستا رہے تھے انہوں نے اپنی مشکلات ام المومنین کے سامنے پیش کیں اور مشورہ لیا۔

شہادت عثمانؓ و بیعت علیؓ

ہر سال حج کرتیں۔ ۳۵ھ میں بھی حج کو جانے لگیں بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کا مکان گھیر رکھا تھا لوگوں نے عرض کیا بہتر ہوتا آپ یہیں مدینہ میں رہتیں شاید یہ بلوائی آپ کا کہنا مان لیں فرمایا میں ان لوگوں سے کوئی بات کہوں اور سمجھاؤں پھر بھی شاید وہی حال ہو جو ام حبیبہؓ کا ہوا۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئیں۔ اثنائے راہ میں ابن عباسؓ ملے جو خلیفہ مظلوم کی آخری

---

[1] ابن عباسؓ کے ہاتھ امیر المومنین نے جو آخری خط حاجیوں کے نام بھیجا تھا مورخین نے نقل کیا ہے اس کے بعض فقرات سے یہ انکشاف حال ہوتا ہے کہ انقلاب حکومت سے بلوائیوں کی اصل غرض کیا تھی امیر المومنین نے لکھا تھا:

"میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنہیں خلافت کی طمع ہے جلد بازی سے کام لے رہے ہیں انہوں نے مجھے نماز سے روک دیا ہے میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں.... میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ میری جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ اب یہی یہ بات کہ میں اللہ عزوجل کے کام اور خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو مجھے یہ گوارا نہیں اس سے زیادہ پسندیدہ میرے لئے یہ ہے کہ مجھ پر کتے چھوڑ دئے جائیں.... مجھ کو جو چیز پیش کی جا رہی ہے وہ حقیقت میں موت ہے اور دوسرے کو خلیفہ بنا دینا...... میں خونریزی کو، امت میں نفاق کو اور برے طریقے کو ناپسند کرتا ہوں، میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دیکر تم سے کہتا ہوں کہ صرف حق اور عدل کا دامن پکڑو"..... (طبری ص۱۴۱ ج۵)

اسی خط میں حضرت عثمانؓ نے بلوائیوں کے مطالبہ کے سلسلے میں کہ حضرت معاویہؓ وغیرہ کو ان کے عہدوں سے ہٹا دو امہات المومنین سے مشورہ کرنے کے بارے میں لکھا تھا۔ وحدثت لنسوۃ النبی صلعم حتی کلمتنی فقلت ما تأمرننی (میں ازواج نبی صلعم کے پاس گیا اور سوال کیا کہ مجھے اس بارے میں کیا حکم دیتی ہیں، انہوں نے کہا کہ معاویہؓ اور ابو موسیٰ اشعری کو اپنی جگہ رہنے دو ان کو تم سے پہلے خلیفہ نے حاکم بنایا تھا پھر ان سے ان کی حکومت کے لوگ خوش ہیں اور عمرو بن العاصؓ کو حاکم بنا۔ یہ مشورہ درحقیقت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا تھا اور اس سے ثابت ہے کہ اکابر صحابہ کے نزدیک ان کے مشورہ کی کس درجہ وقعت تھی حضرت عثمانؓ کا یہ خط بعض تاریخی واقعات کے انکشاف کے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

تحریر مختلف اکناف و اطراف عالم اسلامی سے آئے ہوئے حاجیوں کو سنانے اور حضرت عثمانؓ کے نائب کی حیثیت سے امیر حج کے فرائض ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ جا رہے تھے حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا: اے ابن عباس اللہ نے تم کو بڑی شیریں زبان عطا کی ہے عثمان کو بلوائیوں کے چنگل سے نکالو! مگر ابن عباسؓ تو بلوائیوں سے مایوس ہو کر ان پر جہاد کرنا حج پر مقدم سمجھتے تھے اور بلوار حمائل کئے امیرالمومنین کے گھر پر موجود تھے حضرت عثمانؓ نے جب ان سے مکہ جانے کو کہا عرض کیا یا امیرالمومنین الجهاد هولاء احب الی من الحج (طبری ص۱۳۰ ج۵) اے امیرالمومنین! ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے حج ادا کرنے سے زیادہ مرغوب ہے۔ مگر امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل لازم جان کر مکہ روانہ ہو گئے، لوگوں کو حج کرایا، حاجیوں کو امیرالمومنین کا خط سنایا، واپسی میں جلدی کی مگر دو دن پہلے ہی امیرالمومنین کو ظلم و شقاوت سے شہید کر دیا گیا تھا۔[1]

[1] حضرت مغیرہ بن الاخنس بن شریق صحابی رسول اللہ حج سے واپس ہو کر حضرت ابن عباسؓ سے دو دن پہلے اس وقت مدینہ پہنچ گئے تھے جب بلوائی کاشانۂ خلافت پر ہجوم کئے ہوئے تھے حضرت مغیرہؓ سیدھے وہیں پہنچے اور بلوائیوں پر جہاد کر کے شہید ہوئے۔

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) سلسلہ میں بڑی اہم اور قیمتی دستاویزی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ قتل عثمانؓ کے منصوبہ میں حضرت معاویہؓ وغیرہ کی معزولی بھی بطور پیش بندی شامل تھی تاکہ ان کے ہاتھ سے وہ قوت چھین لی جائے جس سے وہ سبائیوں سے قصاص لے سکیں گے۔ اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ حضرت عثمانؓ نے ایسے نازک وقت میں بنی ہاشم میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جو حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی تھے اپنا نمائندہ اور نائب بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ہاشمیوں اور امویوں میں نہ خاندانی رقابت تھی اور نہ کوئی نسلی عداوت و تنازعہ۔ حضرت عثمانؓ کے اموی عامل مکہ خالد بن العاص کو بھی صحیح اندازہ تھا کہ بلوائیوں کی ایک جماعت کا مقصود انقلابی تحریک سے کیا تھا۔ ابن عباسؓ سے عامل مذکور نے کہا تھا فجع انت بالناس فانت ابن عم الرجل وهذا الامر لا يفضى الا اليه يعنى عليًا وانت احق ان تحمل له ذالك (طبری ص۱۳۰ ج۵) یعنی آپ لوگوں کو حج کرائیں کیونکہ آپ ان صاحب کے چچیرے بھائی ہیں جن کو یہ خلافت پہنچنے والی ہے یعنی علیؓ کو اس لئے آپ ہی زیادہ مستحق ہیں کہ یہ کام ان کے لئے انجام دیں حضرت معاویہؓ کی برخاستگی کا مشورہ الاشتری کا تھا جس کی انہوں نے کوشش کی تھی۔

ابن عباسؓ جس وقت شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ بلوائی حضرت علیؓ سے بیعت لینے پر اصرار کر رہے ہیں، ابن عباسؓ کو آتا دیکھ کر وہ بلوائیوں سے پیچھا چھڑا کر ان کے پاس آئے اور مشورہ کرنے لگے، ابن عباسؓ نے اس حالت میں بیعت لینے سے منع کیا اور کہا جو کوئی بھی اس طرح اپنی بیعت لیگا خون عثمان کا الزام اس پر لگ جائے گا۔ (طبری ص۱۴۱ ج۵) شاید اسی وجہ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ و زبیرؓ و عبد اللہ بن عمرؓ جیسے عظماء ملت نے انکار کر دیا تھا اور ان ہاتھوں سے جو خون عثمانؓ سے رنگین تھے خلافت قبول کرنے کے روادار نہ ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے نیک نیتی سے شاید یہ سمجھا کہ وہ حالات پر قابو حاصل کر لیں گے اس لئے قدرے تذبذب کے بعد بیعت لے لی۔ فامتنع قليلاً ثم اجاب ذالك (محاضرات تاریخ الخضری ص۱۱) مورخین کا بیان ہے کہ سبائی لیڈر الاشتر نے سب سے پہلے بیعت کی تھی:۔

واخذ الاشتر بيده فبايعه وبايعه الناس واهل الكوفة يقولون اول من بايعه الاشتر النخعي۔	ان کا (علیؓ) کا ہاتھ الاشتر نے تھام لیا اور بیعت کرلی پھر اور لوگوں کی۔ کوفہ والوں کا قول ہے کہ الاشتر نخعی نے سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

(البدایہ ص۲۲۶ ج۷ وطبری ص۱۵۶ ج۵)

علامہ ابن کثیرؒ وابن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کی یہ بیعت خلافت ۲۴ یا ۲۵ ذی الحجہ کو ہوئی تھی یعنی قتل عثمانؓ سے ایک ہفتہ اور حج سے دو ہفتے بعد۔ بعض روایتوں میں جو بیان ہوا ہے کہ قتل عثمانؓ کے دوسرے دن ۱۹ ذی الحجہ کو ابن عباسؓ کی واپسی سے چند روز پہلے ہی بیعت ہو چکی تھی صحیح نہیں[1]، حالات معمول پر ہوتے تو ایسا ہی ہوتا کیونکہ صحابہ ایک دن بھی ایسا گزارا ناپسند کرتے تھے کہ جماعت میں منسلک نہ ہوں مگر اس

[1] عبد اللہ بن سبا کا خاص چیلہ غافقی بن حرب العکی جو مصری پارٹی کا لیڈر تھا قتل عثمانؓ کے بعد پانچ دن تک امیر مدینہ رہا (طبری ص۱۵۵ ج۵) یہی حضرت عثمانؓ کی محصوری کے ابتدائی ایام میں مسجد نبویؐ میں نماز پڑھاتا تھا۔ جمعہ اور عید کی نماز البتہ حضرت علیؓ نے پڑھائی تھی۔ (طبری ص۱۴۹ ج۵)

وقت مدینہ کی فضا ابتر ہو چکی تھی۔ شہر میں بلوائیوں کا بول بالا تھا اور خود ان میں بھی تین جماعتیں تھیں، ایک کسی کو خلیفہ بنانا چاہتی دوسری کسی کو اور تیسری ان دونوں کے علاوہ اور کسی کو۔ اکابر صحابہ نے جب بلوائیوں کو منہ نہ لگایا تو چند روز کے بعد یہ تینوں جماعتیں یعنی کوفی و بصری و مصری حضرت علیؓ کی بیعت خلافت پر متفق ہو گئیں قاتلین عثمانؓ انتخاب خلیفہ میں پیش پیش نہ ہوتے حضرت علیؓ کی بیعت سے کسی کو کوئی وجہ انکار نہ ہو سکتی تھی سیاسیات ملیہ میں ان سبائی بلوائیوں کی دراندازیوں کو صحابہ برداشت نہ کر سکے، ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ ان کے اثر سے جس کسی کی بھی بیعت ہو گی وہ ان سے کنارہ کش نہ ہو سکے گا یہ وجہ تھی کہ اکابر صحابہ کی غالب اکثریت نے جو ارباب حل و عقد تھے حضرت علیؓ کی بیعت سے تخلف کیا، اس لئے نہ بیعت مکمل ہو سکی اور نہ خلافت منظم۔ سبائی لیڈر الاشتر تو بزور شمشیر بیعت لینے پر تلا ہوا تھا۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے یہ جبر بیعت لی گئی اور خود حضرت علیؓ کو اقرار کرنا پڑا کہ اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ جبر بیعت لی گئی تھی۔ (محاضرات تاریخ الخضری صفحہ ۱۲)

حضرت اسامہؓ حب رسول اللہ نے کعب بن سور قاضی بصرہ سے جو تحقیق حال کے لئے مدینہ آئے تھے صاف کہہ دیا تھا کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے برغبت و رضا ہرگز بیعت نہیں کی۔ آنحضرت صلعم کے ماموں اور فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر بھی بیعت کے لئے زور ڈالا گیا انہوں نے کہا کہ جب اور لوگ بیعت کر لیں گے میں بھی کر لوں گا میری طرف سے کوئی مخالفانہ طرز عمل نہ ہو گا انہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بھی الاشتر پکڑ لایا تھا انہوں نے بھی یہی عذر کیا تھا۔ الاشتر بولا کہ ضامن لاؤ ورنہ تلوار سے سر اڑا دوں گا حضرت علیؓ نے کہا میں ان کا ضامن ہوں، انہیں جانے دو مگر اس وقت کی فضا سے وہ اس درجہ بد دل ہوئے کہ وطن چھوڑ کر مدینہ جانے لگے تو انہیں گرفتار کرنے کا حکم صادر ہوا ان کی مادر ام کلثوم بنت علیؓ دوڑی ہوئی آئیں اور اپنے والد سے کہا کہ ابن عمرؓ آپ کی مخالفت میں نہیں جا رہے تب ان کا پیچھا چھوٹا، پھر ان کے بھائی عبید اللہ کی گرفتاری کا حکم دیا گیا انہوں نے ہرمزان ایرانی کو اپنے گرامی قدر والد کے قتل کی سازش کے سلسلہ میں قتل کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اس قضیہ کو طے کر دیا تھا، بارہ برس کے دفن شدہ قضیہ کو از سر نو زندہ کیا گیا اور عبید اللہ کو ہرمزان کے قصاص میں قتل کیا جانے لگا۔

وہ جان بچانے کے لئے بھاگ کر دمشق پہنچ گئے۔ اسی کے ساتھ عمال حکومت کے رد و بدل خاص کر حضرت امیر معاویہؓ کی معزولی کی کارروائی میں غیر معمولی عجلت برتی گئی۔ مورخ الخضری نے لکھا ہے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس معاملہ میں تو ایسی جلد بازی بہ سرعت غریبہ سے کام لیا گیا اور قصاص خون عثمانؓ کو موخر کر دیا گیا۔[1] حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے اس بارے میں گفتگو کی، معاملہ کا ہر پہلوان کے سامنے

---

[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو صوبہ شام کی گورنری سے جہاں وہ بیس برس سے بڑی حسن کارگزاری سے خدمات انجام دے رہے تھے برطرف کرانے میں مالک الاشتر نخعی کا ہاتھ تھا کیونکہ وہ اس گوشمالی کو کبھی فراموش نہ کر سکا تھا جو دو برس پہلے ۳۳ھ میں حضرت معاویہؓ نے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی جو بارانتخاب تھے اس وقت کی تھی جب حضرت عثمانؓ کے حکم سے یہ لوگ فتنہ کھڑا کرنے کے جرم میں تادیب کے لئے کوفہ سے شام بھیج دئے گئے تھے بعد میں الاشتر تائب ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ذاتی عثمان بالتوبۃ والندم والنزوع (طبری صفحہ ۴ ج۵) اب جب حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش میں اس نے نمایاں حصہ لیا تھا اس کو امیر معاویہؓ سے خوف تھا جن کی قوت کا اندازہ وہ شام میں رہ کر بخوبی کر چکا تھا اور اس کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ابھی چند ماہ پیشتر جب دیگر عمال خلافت کی طرح وہ بھی حضرت عثمانؓ کی طلبی پر مدینہ آئے تھے اور حالات کا جائزہ لے کر خلیفہ مظلوم کی جان کی حفاظت کے لئے چند احتیاطی تدبیریں پیش کی تھیں جنہیں حضرت عثمانؓ نے یہ کہہ کر منظور نہ کیا تھا کہ جوار رسولؐ کے رہنے والوں پر فوجی دستہ رکھنے کا بار نہیں ڈال سکتا اور نہ کسی کو گوارا بلد حرام میں خون بہانے کا روادار ہوں حضرت امیر معاویہؓ مایوس ہو کر خاموش ہو گئے تھے، لیکن جب دمشق واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں حضرت علیؓ و زبیرؓ کو بیٹھے دیکھ کر ان کے سامنے اپنی کمان پر ٹیک لگا کر ایک موثر اور بلیغ تقریر کی جسے سن کر حضرت زبیرؓ نے کہا تھا کہ اس دن سے معاویہ کی وقعت میری نظروں میں بہت بڑھ گئی اس تقریر میں یہ بھی کہا تھا جسے مورخین نے نقل کیا ہے کہ دیکھو بھائی میں واپس جا رہا ہوں اور آپ لوگوں کے درمیان ان بڑے میاں (عثمانؓ) کو چھوڑے جاتا ہوں اور آپ لوگوں کو وصیت کئے جاتا ہوں کہ ان کی جان کی حفاظت کریں کہ ان کا بال بیکا نہ ہو اور ان کو دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑنے دیں (البدایہ ج۷ و طبری ج۵) الاشتر جانتا تھا کہ اگر کسی اور نے قصاص نہ لیا تو معاویہؓ ضرور لیں گے لہذا ان کے ہاتھ سے وہ قوت ان کی معزولی کے ذریعہ نکال لی جائے جس کی بدولت وہ قصاص لینے میں کامیاب ہو سکیں یعنی شام کی امارت و گورنری سے برطرف کر دئے جائیں۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے تو حضرت اسامہ بن زید کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ وغیرہ سے کہہ دیا تھا کہ اگر عثمانؓ کی غیر طبعی موت واقع ہو گئی تو اس کا بدلا تلوار سے لیا جائے گا (شرح نہج البلاغہ جزو اول)

رکھا اور نتائج سے خبردار کیا مگروہ اپنی رائے پر جمے رہے۔ وقد حذرك عاقبة ذلك المغيرة بن شعبة اولاً وابن عباس ثانياً فابى ذلك اباء تاماً (الخضری صـ۱۲۱) ان واقعات اور حالات سے اکابر صحابہ کا یہ شبہ کہ قصاص خون عثمانؓ کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا اور قوی ہو گیا۔ حضرت طلحہؓ وزبیرؓ دو ڈھائی مہینے تک انتظار کرتے رہے کہ حضرت علیؓ اپنا وعدہ قصاص کے بارے میں پورا کریں بالآخر مایوس ہو کر مدینہ سے چلے گئے۔ خود حضرت علیؓ کے برادر بزرگ حضرت عقیلؓ بھی جو خلیفہ مظلوم کے احباب خاص میں سے تھے سبائی پارٹی اور قاتلین عثمانؓ کو اپنے بھائی کی سیاست میں دخیل دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ اب قصاص کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ بالآخر طلب قصاص میں حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے ادھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ آزمائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں ان کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے منع کیا اور اپنے والد سے عرض کیا:۔

يا ابتي دع هذا فان فيه سفك دماء المسلمين ووقوع الاختلاف بينهم۔ (البدايه صـ۲۲۹ ج ۷)	اے میرے اباجان! آپ اس (قصد جنگ) کو چھوڑ دیجئے کیونکہ (اس سے سوائے اس کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا) کہ مسلمانوں میں خونریزی ہو اور آپس میں اختلاف پیدا ہو۔

اُمّ المومنین کا اقدام

حضرت عثمانؓ کے مظلومانہ قتل اور اس کے بعد کے حوادث و حالات سے کہ قاتلین باوجود ہولناک جرم کے مرتکب ہوئے کے کھلے بندوں مدینہ میں گھومتے پھرتے ہیں حضرت علیؓ کے مشیر[۱] اور ہمدرد بنے ہوئے ہیں اور خود حضرت علیؓ کا بھی یہ حیرت انگیز رویہ ہے کہ قصاص عثمانؓ لینے سے زیادہ وہ ہرمزان ایرانی

---

[۱] ان قاتلین میں سے خصوصاً کنانہ بن بشر التجیبی مصری کو جس نے حضرت عثمانؓ کو برچھی ماری تھی اور آپ کے خون کی چھینٹیں قرآن شریف پر جس کی تلاوت کر رہے تھے پڑی تھیں حضرت علیؓ نے مصر میں محمد بن ابی بکر کے مشیر کی حیثیت سے بھیجا تھا حالانکہ اسی زمانہ میں سب کی زبان پر تھا کہ یہی قاتل ہے یہ شعر اس وقت مشہور تھا۔ الا ان خير الخلق بعد ثلاثة ۔ قتيل التجيبي الذي جاء من مصر اس کے علاوہ مالک الاشتر کو جو بلوائیوں کا سرغنہ تھا اپنا مشیر خاص بنایا اور مصر کی گورنری عطا کی تھی۔

کے قتل کا قصاص لینے کے درپے ہیں جسے بارہ برس پہلے خلیفہ وقت وحاکم مجاز فیصل کر چکے تھے اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے عبیداللہ کو قصاص میں قتل کرنے اور بڑے بڑے کارگزار گورنروں کو معزول و برطرف کئے جانے کو اہمیت دے رہے ہیں اس سے تمام ممالک اسلامیہ میں ایک آگ سی لگ گئی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ اب سب کی نظریں مرکز اسلام مکہ معظمہ کی طرف اٹھنے لگیں، جہاں مادر مومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا اور دیگر ازواج مطہرات موجود تھیں۔ صحابہ اور دوسرے ذمہ دار حضرات جوق در جوق مکہ آنے لگے۔ خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذی النورینؓ کے اہل خاندان میں سے سوائے حضرت علیؓ کے ربیب محمد بن ابی بکرؓ کے جو قاتلین کے سرغنہ تھے کسی نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی تھی، ان میں سے متعدد حضرات مکہ جا پہنچے خصوصاً حضرت مروانؓ بن الحکم اور دوسرے اموی طالبان قصاص نیز حضرت طلحہؓ و زبیرؓ، مکہ کے عامل عثمانی تو موقع پر موجود ہی تھے، یمن سے حضرت یعلیٰ[۱] بن امیہؓ عامل یمن، بصرے سے حضرت عبداللہ بن عامرؓ عامل بصرہ، کوفہ سے حضرت طلیحہ بن عدیؓ اور اسی طرح متعدد صحابہ وتابعین مکہ پہنچ گئے تھے۔

---

[۱] حضرت یعلیٰ بن امیہؓ رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے، طائف وحنین وتبوک کے غزوات میں شریک رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے حلوان پر اور حضرت عمرؓ نے نجران پر عامل مقرر کیا تھا حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں صنعا (یمن) کے عامل تھے، یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تحریرات میں تاریخ ڈالنے کی ابتدا وکتب الی کتابا مورخا فاستحسن عمر ذلك فشرع التاريخ (الاعلام زرکلی صـ۲۶۹) یعنی انہوں نے حضرت عمرؓ کو جو مکتوب ارسال کیا اس میں تاریخ درج کی تھی، حضرت عمرؓ نے اس کو پسند کیا اور تاریخ ڈالنا شروع کیا۔ بڑے مالدار اور سخی تھے، حضرت علیؓ نے بھی ان کو "اعطی الناس" کہا تھا، یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ عطا وبخشش کرنے والے۔ یمن سے چلتے وقت تمام مال ومتاع ساتھ لائے اور طالبین قصاص کے لئے گھوڑوں واسلحہ کا انتظام اپنے پاس سے کیا اور ہر سوار کو تیس تیس دینار عطا کئے۔ انہوں نے یمن کا ایک بہترین اونٹ دو سو دینار میں خرید کیا تھا جس کا نام عسکر تھا وہی اونٹ ام المومنین کی سواری کے لئے پیش کیا تھا۔

(معارف ابن قتیبہ صـ۱۳ و العواصم صـ۱۴۸)

فاجتمع فیہا خلق من سادات الصحابۃ وامھات المومنین۔

اور وہاں (مکہ میں) بہت سے صحابہ اور امہات المومنین کا اجتماع ہوا۔

(البدایہ ص۲۳۰ ج۷)

اس اجتماع میں قتل عثمانؓ اور مسئلہ قصاص زیر بحث آئے حضرت عائشہؓ کے اس سوال پر کہ قصاص کس سے طلب کرنا ہے کہا گیا:۔

انھم مرخون وانھم بطانۃ علی ورؤساء اصحابہ۔

وہ لوگ تو جانے پہچانے ہیں وہ علیؓ کے رازدار اور ان کے رفقاء کے سردار ہیں۔

(اخبار الطوال ص۱۵۳)

یہ لوگ اس وقت کچھ مدینہ میں تھے، کچھ بصرہ، کوفہ اور مصر میں، ان سے قصاص لئے جانے کے سلسلے میں صحابہ و تابعین و عمال عثمانی کی اس کانفرنس میں مختلف تجاویز پیش ہوئیں ایک یہ کہ مکہ سے مدینہ جاکر علیؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا جائے دوسرے یہ کہ معاویہؓ سے مدد لی جائے حضرت عائشہؓ نے دونوں تجویزوں کو مسترد کردیا کیونکہ قصد اصلی خلافت علیؓ کی مخالفت سے نہ تھا بلکہ اصلاح بین الناس اور نظام سیاسی کی حرمت کے تحفظ اور مجرموں سے قصاص لینے سے تھا، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں محدث المہلب کے یہ قول "اخبار بصرہ" مولفہ عمر بن شبہ سے نقل کیا ہے:۔

ان احداً لم ینقل ان عائشۃ ومن معھا نازعوا علیاً فی الخلافۃ ولا دعوا احد منھم لیولوہ الخلافۃ

(ج۱۳ ص۴۲)

کسی ایک محدث و مصنف نے بھی یہ روایت نقل نہیں کی کہ (حضرت) عائشہؓ نے اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے انہوں نے خلافت کے معاملہ میں (حضرت) علیؓ سے تنازعہ کیا اور نہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم میں سے کسی کو (مثلاً طلحہؓ و زبیرؓ کو) خلافت پر قائم کیا جائے۔

ام المومنین کے اس اقدام میں حضرت علیؓ کی مخالفت کا کوئی جذبہ اگر کارفرما ہوتا تو بجائے بصرہ جانے کے مدینہ جاتیں۔ معاویہؓ سے مدد طلب کرتیں، شامی فوجیں شمال سے چلتیں اور طالبین قصاص کا یہ تین ہزار سواروں کا لشکر جنوب سے مالک الاشتر اور اس کے ساتھی تاب مقاومت نہ لاسکتے۔ حضرت علیؓ کی خلافت گو شرعاً قائم ہو چکی تھی مگر جس طرح اور جس نوعیت کی ہوئی تھی اس کا ذکر گزر چکا۔ خود ایک شیعہ مورخ فرماتے ہیں کہ:۔

یہ جن لوگوں نے علی مرتضیٰ کا تعلق اور رسول خدا سے ان کی خصوصیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا..... انہوں نے علیؓ سے بیعت تک نہ کی تھی درانحالیکہ یزید اور عبدالملک جیسوں (؟) کی بیعت کو بخوشی گوارا کرلیا[1]۔ ان بزرگواروں میں (۱) سعد بن ابی وقاص (۲) عبداللہ بن عمر (۳) عبداللہ بن سلام (۴) صہیب بن سنان (۵) اسامہ بن زید (۶) قدامہ بن مظعون (۷) مغیرہ بن شعبہ (مہاجرین) اور:۔

(۱) حسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) مسلمہ بن مخلد (۴) محمد بن مسلمہ

---

[1] شیعہ مورخ نے اکابر و مشاہیر اسلام کی جو فہرست درج کی ہے چند نام ترک کردئے ہیں خصوصاً حضرت علیؓ کے سگے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ کا شاید اس لئے کہ وہ اپنی بھائی کی سیاست سے دل برداشتہ ہو کر حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے، ان سترہ[1] مشاہیر اسلام کے ساتھ ان کے خاندان و قبیلہ کے سیکڑوں قریشی و انصاری تھے اور یہی ارباب حل و عقد تھے۔ اہل مدینہ کی غالب اکثریت کا بیعت سے تخلف کرنا حضرت علیؓ کی ذات سے کسی مخالفت کی بنا پر نہ تھا بلکہ جیسا عرض کیا گیا سبائی پارٹی کی دخل اندازی کی وجہ سے تھا حضرت علیؓ کا مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کرنا بھی اہل مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تھا اور جیتے جی مدینہ میں قدم نہ رکھنا بھی اہالیان مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی بنا پر نہ تھا، شاید ان کے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ جیسے تیرہ اندوہناک حالات ان کی سیاسی لغزشوں کے نتیجہ میں پیش آچکے تھے، یعنی خلیفہ وقت کے قتل کو جس کی بیعت میں وہ داخل تھے نہ روکا۔

(۲) قتل کے بعد ان کے خون کا قصاص نہ لینا اور (۳) سب سے بڑھ کر اپنی ماں ام المومنین سے جو قاتلین سے قصاص لینے گئیں تھیں برسرپیکار ہونا اور ان سبائیوں کی سازش سے جو ان کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور ان کی اہانت کے موجب اور اذیت جسمانی پہنچ جانے کے باعث ہوئے تھے ان کو بدستور اپنا مشیر بنائے رکھنا ان حالات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ کے سامنے کیسے حاضر ہو سکتے تھے خصوصاً آپ کی محبوب ترین رفیقہ حیات کے ساتھ اس طرز عمل کے بعد!

(۵) نعمان بن بشیر (۶) زید بن ثابت (۷) رافع بن خدیج (۸) فضالہ بن عبید (۹) کعب بن عجرہ (۱۰) سلمہ بن سلامہ (انصار) جیسے اکابر اور مشاہیر اسلام شامل ہیں۔ انہوں نے جناب امیر سے بیعت تک نہ کی امداد دینا تو در کنار یہاں تک کہ آپ نے دل برداشتہ ہو کر مدینہ سے ہجرت اختیار کی۔ کوفہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور پھر جیتے جی قدم نہ رکھا۔" (مجاہد اعظم ص۱۴۹)

ماد ملت کا مرتبہ انسان کی پوزیشن ہر فرد ملت سے خواہ وہ زمام حکمرانی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو بفرمان خداوندی کہ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (ان کی (رسول) کی بیبیاں تمہاری (مسلمانوں کی) مائیں ہیں) بلند و بالا ہے۔ حضرت عثمانؓ درجہ و فضیلت میں حضرت علیؓ سے بلند برتر تھے رسول اللہ صلعم کے چہیتے اور دہرے داماد "ذی النورین" تھے جب وہ ام المومنین کے حضور میں پہنچکر جیسا کہ ان کے آخری خط کے اقتباس میں ظاہر کیا گیا ہے عرض کرتے ہیں کہ اب مجھے آپ کیا حکم دیتی ہیں۔ اور مادر مومنین کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے تو گیا اپنے پیش رو خلیفہ کی مثال کے پیش نظر حضرت علیؓ کو جن کی خلافت بھی مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ امت کی بھاری اکثریت نے بیعت نہیں کی تھی، یہ مناسب نہ تھا کہ ان مخدومہ جہان ام المومنین کے سامنے اپنی مشکلات پیش کرتے، ان کے مشورہ اور ہمدردانہ مواخفت کے جویا ہوتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کے سوتیلے بھائی محمدؓ بن ابی بکرؓ جو حضرت علیؓ کے بھی سوتیلے بیٹے اور ربیب تھے

لہ ان محمد کی والدہ اسماء بنت عمیسؓ پہلے حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ کی زوجیت میں تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور حجۃ الوداع کی واپسی میں یہ محمد اثنائے راہ میں پیدا ہوئے تھے حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد یہ اسماء حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں اور اس طرح یہ محمد ڈھائی برس کی عمر کے اپنی ماں کے ساتھ آئے اور حضرت علیؓ کی پرورش میں پلے بڑھے ان کو ان سے بہت محبت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ محمد صلب سے تو ابوبکر کے ہے بیٹا میرا ہے۔ کوفی و بصری و مصری بلوائیوں سے پہلی مرتبہ جو شکایات اور مطالبات حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کئے تھے ان میں مصر کے والی کو معزول کر کے ان محمد کو والی مصر مقرر کرنے کا مطالبہ بھی تھا جو منظور ہوا اور محمد کہ اس وقت چوبیس پچیس برس کی عمر کے تھے اپنے عہدہ کا چارج لینے مصر کو چلے۔ سبائی جعل سازوں نے امیر المومنین کی جانب سے ایک جعلی خط اس مضمون کا بنا کر ایک ہرکارے کے ہاتھ معزول والی مصر کے نام

بلوائیوں کے سرغنہ اور خلیفہ مظلوم شہید کے قاتلوں میں شامل تھے مگر حضرت علیؓ نے یہ نادر موقع اپنی افتاد طبیعت سے ضائع کر دیا۔ قصاص عثمانؓ کے لئے یہ عذر پیش کرتے رہے کہ ابھی تو بلوائیوں کو غلبہ اور قوت ہے ذرا حالت سنبھل جائے تو اس کی بھی نوبت آئے گی مگر یہ نوبت قصاص عثمانؓ کی ـــ پھر کبھی نہ آئی لہ

لہ حالت بدقسمتی سے یہ پیش آگئی کہ قاتلین کے سرگروہ الاشتر و کنانہ بن بشر تجیبی وغیرہ حضرت علیؓ کے گرد و پیش رہنے لگے اور ان کے مشیر و مددگار بن گئے۔ لوگوں کو شبہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اسی سے ان کے (باقی اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) بھجوایا کہ جیسے ہی محمد تم سے چارج لینے کو پہنچیں انہیں قتل کرا دینا پھر اس خط کو راستہ ہی میں مع اونٹ اور ہرکارے کے پکڑوا دیا۔ اس کارروائی سے محمد کو بھی اشتعال دلانا تھا اور حضرت مروانؓ کو جو امیر المومنین کے سیکریٹری تھے مہر خلافت ان کے پاس رہتی تھی اس طرح مجرم ٹھیرانا اور خود امیر المومنین کو نا اہل بنا کر معزول کرانے کا جواز پیدا کرنا تھا۔ اس جعل سازی کو سب سے پہلے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ نے بھانپ لیا کیونکہ کوفی و بصری و مصری بلوائیوں کی تینوں پارٹیاں جب مخالف سمتوں کو کئی کئی منزل چلی گئیں تھیں پھر یکایک ایک ساتھ محمد کے ساتھ واپس آگئیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ سب ملی بھگت تھی۔

غرض کہ حضرت علیؓ کے محبوب سوتیلے بیٹے کو یوں مشتعل کرنے کے بعد کہ قتل ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے خون کا قصاص لینے پر تل گئے تھے، بلوائیوں کی اب ہٹ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ خلافت سے دست بردار ہو جائیں ورنہ ہم قتل کر دیں گے اسی کا اشارہ حضرت عثمانؓ کے آخری خط کے فقرات میں ہے جو پہلے درج ہو چکے ہیں۔ معتبر مورخین کا بیان ہے کہ یہی محمد مع اپنے چند ساتھیوں کے موقع پا کر پیچھے سے مکان میں داخل ہو گئے اور یہی محمد نے سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر برچھی ماری۔ کنانہ بن بشر تجیبی مصری اور دوسرے خبیثوں نے تلاوت قرآن کرنے کی حالت میں انہیں ذبح کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ص۵۱ ج۳)

اس فعل شنیعہ کے ارتکاب کے بعد سے حضرت حسنؓ ان محمد کا نام نہیں لیتے تھے یا فاسق کہہ کر کلام کرتے تھے (ص۵۵ ایضاً) یہ روایت کہ محمد نے حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑی انہوں نے اس پر ان کے والد کا نام لیا جسے سن کر وہ شرما گئے اور چلے گئے محض اختراعی ہے۔